چہلم امام حسینؑ پر نگاہِ نو
موسسہ شہید عارف حسینی قم، ایران

چہلمِ امام حسینؑ پر نگاہِ نو

ڈاونلوڈ کرنے کیلیئے کلک کریں

انتخاب وترتیب: مشہود عباس جعفری

معاون وخادم: نذر حافی

ناشر: موسسہ شہید عارف حسینی، قم المقدس ایران

اشاعتِ اول: ۱۸صفر المظفر ۱۴۴۳ھ

جملہ حقوق بحقِ مولف محفوظ ہیں

فہرست

عرضِ مولف..... 5

حرفِ اوّل 6

دینی تعلیمات میں چالیس کا عدد..... 7

زائرین اربعین حسینی کی عظمت 8

محمد حسن جمالی۔۔۔ مشہد مقدس

پہلے زائرِ کربلا کا اجمالی تعارف 10

محمد حسن جمالی۔۔۔ مشہد مقدس

عطیہ عوفی (کوفی) کا تعارف..... 16

محمد لطیف مطہری کچوروی۔۔۔ قم المقدس ایران

حضرت جابر انصاریؓ کا تعارف..... 24

محمد لطیف مطہری کچوروی

اربعین واک (مشی) تاریخ کے آئینے میں 34

محمد صغیر نصر۔۔۔ قم المقدس ایران

چہلمِ امام حسینؑ کے آداب 36

سید افتخار حسین کشمیری۔۔۔ قم المقدس ایران

یہ درس کربلا کا ہے 39

نذر حافی۔۔۔ قم المقدس ایران

چہلمِ امام کی مختلف جہتیں..... 44

سید ذہین علی نجفی۔۔۔ نجف اشرف

حسینیوں کی اقسام 49

ندر حافی

قربانیوں کا سفر 53

سبطین عباس جعفری

زیارت اربعین اور اسلامی عقائد 56

فدا حسین حلیمی۔۔۔ قم المقدس ایران

چہلم امام حسین علیہ السلام اور مہمان نوازی 64

عبدالحمید منتظر۔۔۔ قم المقدس ایران

چہلم حسینی اور اسلامی ثقافت 67

محمد حسن غدیری۔۔۔ قم المقدس ایران

زیارت اربعین اور ہماری زمہ داریاں 70

علی عمران۔۔۔ مشہد مقدس

اربعین حسینیؑ اور جرات و سچائی 78

حیدر علی ڈومکی۔۔۔ قم المقدس ایران

اسلامی تمدن اور حسینی اقدار 82

ندر حافی

حرفِ آخر 92

عرضِ مولف

چہلم امام حسینؑ **اسلامی تمدن کا عالمی مظہر** بن چکا ہے۔ ہمیں جدید دور کے نئے تقاضوں کے مطابق اس پر نگاہِ نو ڈالنے کی ضرورت ہے۔اس عظیم عالمی دِن کے دو زاویے ہیں، ایک عملی اور دوسرا نظریاتی ۔ عملی اعتبار سے چہلم امام حسینؑ میں شرکت ایک سنت ہے، جو نسل در نسل منتقل ہو رہی ہے اور نظریاتی اعتبار سے یہ سنت ایک تمدن کی تبلیغ ہے۔ جو لوگ چہلم امام حسینؑ کے موقع پر کربلا کا سفرِ کریں، ان کی معلومات میں جو اضافہ ہو اور اُن کی آنکھیں جو کچھ دیکھیں، انہیں اسے آگے بیان کرنا چاہیے۔انہیں اپنے اس سفر کے معنوی و روحانی مشاہدات و تجربات اور اپنے عملی مطالعات کو احسن استدلال کے ذریعے نسل در نسل منتقل کرنے کی ضرورت ہے۔

چہلم کے روز صرف ماتم و نوحہ اور پیدل چلنا کافی نہیں ہے بلکہ چہلمِ امام حسینؑ کے ثمرات سارا سال نظر آنے چاہیے۔ ہمیں سارا سال اپنے عمل، نظریات اور عقائد کے اعتبار سے حضرت امام حسینؑ کی طرف آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔ ہم آگے بڑھیں گے تو ہمارا تمدن بھی آگے بڑھے گا، ہماری نسلیں بھی آگے بڑھیں گی اور منہجِ حسینی پر ہمارا یہی آگے بڑھنا ہی تو ہمیں امام مہدیؑ تک پہنچائے گا۔

جنہوں نے جس انداز میں بھی اس کتاب کی تالیف میں اپنا حصہ ڈالا در اصل انہوں نے ایک حسینی تمدن کے استحکام میں اپنا حصہ ڈلا ہے۔ یہ کتاب ان کی طرف سے حسینی ملت کیلئے ایک ہدیہ ہے۔ ایک ایسا ہدیہ جس کی اہمیت وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی جائے گی۔

والسلام

مشہود عباس جعفری

قم المقدس ۱۸ صفر المظفر ۱۴۴۳ھ

حرفِ اوّل

نجفِ اشرف سے کربلا کا پیدل سفر۔ علم کے کعبے سے عشق کے کعبے تک پیادہ روی۔ باپ کے مزار سے بیٹے کی معراج تک پا پیادہ چلنا۔ بقولِ شاعر: روح اذاں ہے باپ تو بیٹا نمازِ دیں۔۔۔ مسجد علیؑ کی ہے تو مصلّیٰ حسینؑ کا

جاگیر کبریا ہوئی تقسیم اس طرح۔۔۔ کعبہ علی کا ہے عرشِ معلّیٰ حسینؑ کا

ایک ایسا سفر جس میں عقیدہ، فکر، نظریات، معنویات، جذبات، ایثار، اقدار، بصیرت، طریقت، قرآن، ایمان، عبادت، سعادت، حرکت، طعام، پیغام، سبیل، لنگر، تاریخ، فلسفہ، عرفان، عشق، سوز، غم، مناجات، قربانی، تہذیب، ثقافت اور تمدن سب کچھ پایا جاتا ہے۔ چہلمِ امام حسینؑ کا سفر ایک ایسی ہجرت ہے جو مسلسل ہے۔ یہ مسلسل ہجرت مادیات سے معنویات اور خواہشاتِ نفس سے خدا کی طرف ہے۔ جو بھی اس پیادہ روی میں شریک ہوا صرف وہی اس ہجرت کے مقامات، درجات، مناظر اور ادراک کو بیان کر سکتا ہے۔ یہ ہجرت اس مہاجر اور رہبر کی یاد میں ہے جو اپنے وطن سے نکلا اور پھر پلٹ کر نہیں آیا۔ چودہ سو سال سے اس کے چاہنے والے دشت و بیابان میں اسے پکارتے ہوئے سڑکوں پر نکل آتے ہیں، ہر طرف لبیک لبیک کی صدائیں گونجتی ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے پکارنے والا ابھی ابھی مقتل میں کھڑے ہو کر پکار رہا ہے اور سننے والے بھی ابھی ابھی اس کی آواز سُن کر دوڑے جا رہے ہیں۔ ان دوڑنے والوں میں کوئی حُر ہے، کوئی حبیب ابن مظاہر ہے، کوئی جون ہے اور کوئی۔۔۔ ایک ابدی صدا ہے جو پکار رہی ہے، ایک لامتناہی عشق ہے جو بلا رہا ہے اور ایک جمِ غفیر ہے جو لبیک یا حسین، لبیک یا حسینؑ کہتا ہوا مقتل کی طرف دوڑتا جا رہا ہے۔۔۔ کہاں ہے یزید!؟ کہاں ہے ابنِ زیاد!؟ کہاں ہے عمر ابن سعد!؟ کہاں ہے شمر ابن ذی الجوشن؟ کہاں ہے لشکرِ اعدا!؟ کوئی ہے جو عاشقانِ حسینؑ کے اس سیلِ بلا کو روک سکے!؟ کس میں یہ جرات ہے کہ وہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے اس سمندر کے سامنے ٹھہر سکے!؟ کس میں یہ دم ہے کہ جو اس لبیک کی صدا کو دبا سکے!؟ یہ لبیک یا حسینؑ کی صدائیں صرف صدائیں نہیں ہیں بلکہ یہ حسینؑ کی فتح کے نقارے بج رہے ہیں، یہ تلوار پر خون کے غلبے کا اعلان ہو رہا ہے، اور یہ شرک، بدعات، خرافات اور ملوکیت کے قلعوں پر توحید کا پرچم گاڑھا جا رہا ہے۔

حسین ابن علیؑ سے منسوب یہ مقالات، یہ کتابیں، یہ آوازیں، یہ تقریریں، یہ نوحے، یہ ماتم، یہ جلوس، یہ ریلیاں، یہ پرچم، یہ علم، یہ نشانیاں، یہ مجالس، یہ محافل نہ رکی ہیں اور نہ رکیں گی۔ اس لئے کہ یہ لبیک یا حسینؑ کی عملی صدائیں ہیں۔ کسی زمانے کا یزید ان صداوں کو نہیں دبا سکا اور کسی زمانے کا حُرملہ ان آوازوں کو قطع نہیں کر سکے گا۔ یہ تاریخ کا اٹل فیصلہ ہے کہ مُردے زندوں کو نہیں مار سکتے۔ نہیں مار سکتے۔۔۔ نہیں مار سکتے!

نذر حافی/قم المقدس۔ ایران/۱۸صفر المظفر ۱۴۴۳ھ

دینی تعلیمات میں چالیس کا عدد

حیدر علی ڈومکی

ادبیاتِ دین میں چالیس کے عدد کی بہت اہمیت ہے۔ بہت سے اہم واقعات میں چالیس یا اربعین یا چہلم کی تعبیر موجود ہے، جس کا ایک نمونہ یہ ہے کہ رسول خدا (ص) کی بعثت کے وقت عمرِ مبارک چالیس سال تھی، کہا گیا ہے کہ چالیس کا عدد انسان کی عمر میں بلوغ اور رشدِ فکری سے عبارت ہے۔

قرآن میں مذکور پروردگار کے ساتھ میقاتِ موسیٰؑ چالیس دن تک تھی۔ روایات میں نقل ہے کہ حضرت آدمؑ چالیس دن رات کوہِ صفا پر اپنے پروردگار کے سامنے سجدے میں رہے۔ (1۔ مستدرک وسائل، ج9، ص329)۔

بنی اسرائیل کے بارے میں ہے کہ اپنی دعا کی قبولیت کے لئے چالیس روز و شب گریہ و زاری کیا کرتے تھے (2مستدرک، ج5، ص239)۔

پیامبر اسلام (ص) فرماتے ہیں: من اخلص للہ اربعین یوماً فجر اللہ ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ: جو شخص اپنے تمام اعمال کو چالیس دن تک صرف اور صرف خدا کے لئے خالص کر لے خدا حکمت کو اس کی زبان پر جاری کر دیتا ہے۔

امام علی ؑ سے روایت ہے کہ اگر چالیس مومن میری بیعت کر لیتے تو میں قیام کر لیتا (۔3 الاحتجاج، ص84)۔

روایت میں ہے کہ جو شراب پیئے چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

رسول خدا (ص) نے فرمایا کہ جو حرام لقمہ کھائے خدا کی درگاہ میں چالیس دن تک اس کی دعا قبول نہیں ہوتی (4۔ مستدرک وسائل، ج5، ص217۔

زائرین اربعین حسینی کی عظمت

محمد حسن جمالی۔۔۔ مشہد مقدس

جو لوگ اخلاص سے مقامات مقدسہ کی زیارت کی نیت سے گھر سے نکلتے ہیں در حقیقت انہوں نے دنیا کی مادی وقتی لذتوں کو چھوڑ کر جاوید اور لازوال معنوں لذتوں سے بہرہ مند ہونے کے لئے عملی اقدام کر چکے ہوتے ہیں، وہ توبہ واستغفار کے صابن سے اپنے گناہوں کی آلودگیوں کو صاف اور پاک کرنے کے لئے پاکیزہ سرچشموں کی طرف قدم بڑھا چکے ہوتے ہیں، وہ اس معنوی سفر میں مشکلات برداشت کرتے ہیں، اپنے اماموں سے تجدید عہد وپیان کرتے ہیں اور پرچم ولایت کو مستحکم کرنے میں کردار ادا کرتے ہیں-

پرانے زمانے میں زیارت کی اہمیت اور فضیلت سے آگاہ نہ ہونے اور مالی استطاعت کی کمی کے باعث زائرین کی تعداد بہت محدود ہوتی تھی، وہ دو تین نفر ہمسفر بن کر مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے نکلتے تھے، لیکن زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی مالی استطاعت بہتر ہوتی گئی، زیارت کے حوالے سے ان کی معرفت اور شناخت میں اضافہ ہوتا گیا جس کے نتیجے میں آج تقریبا ہر گھر سے کوئی نہ کوئی زیارت کے لئے جاتا ہے،یقینا یہ مایہ سعادت اور قابل افتخار ہے، اربعین حسینی کے مراسم میں شرکت کرنے کے لئے پوری دنیا سے مسلمان کربلا پہنچ جاتے ہیں- زائرین حضرت سید الشہداء کی عظمت اور مقام بہت بلند ہے-مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے والے لوگ اللہ تعالی کے محبوب اور مقرب بندے ہوتے ہیں،ان کا یہ عمل خدا کے نزدیک پسندیدہ اعمال میں سرفہرست شمار ہوتا ہے،جس کے عوض پروردگار نے عظیم اجر عطا کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے- اس حوالے سے نمونے کے طور پر کچھ روایات ملاحظہ فرمائیں-

اگر امام حسین علیہ السلام کا زائر اس بات کو جانتا کہ اس زیارت کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ اور امیر المؤمنین علیہ السلام اور سید فاطمہ سلام اللہ علیہا اور ہم اہل بیت کے شہداء کو کس قدر خوش اور مسرت ملتی ہے اور ان کی طرف کی کس قدر دعائیں اس کے حصے میں آتی ہیں،اور کس قدر اجر وثواب دنیا اور آخرت میں اس کو ملتا ہے اور کس قدر اجر وثواب اللہ کے ہاں اس کے لئے ذخیرہ ہو جاتا ہے، تو یقینا وہ پسند کرتا کہ وہاں (کربلا میں) گھر بنا

کر اپنی باقی ماندہ زندگی وہیں بسر کرنا پسند کرتا؛ اور جب امام حسین علیہ السلام کا زائر اس سفر سے پلٹ آتا ہے، تو جس چیز پر اپنا قدم رکھتا ہے، وہ اس کے لئے دعا کرتی ہے اور جب سورج اس پر چمکتا ہے تو اس کے گناہوں کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے جس طرح کہ آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے اور سورج اس کے گناہوں میں سے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑتا؛ چنانچہ وہ واپس آتا ہے جبکہ اس کا کوئی گناہ باقی نہیں ہے اور اس کے لئے اتنے بلند درجات ہیں جن تک اللہ کی راہ میں قتل ہونے والا شہید بھی نہیں پہنچ پاتا؛ اور اس کے لئے ایک فرشتہ مُوَکّل کیا جاتا ہے جو اس کے لئے طلب مغفرت کرتا ہے؛ حتی کہ دوبارہ زیارت کے لئے پلٹ آتا ہے، یا یہ کہ تین سال کا عرصہ گذر جائے یا اس وقت تک، جب تک کہ وہ مر جائے ۔)١(

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہوتا، کہ قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کی کیا فضیلت ہے تو وہ شوق کے مارے جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور ان کی سانسیں حسرت کی بنا پر رک جاتیں۔ میں نے عرض کیا: زیارت امام حسین علیہ السلام کی فضیلت کتنی ہے؟ امام (ع) نے فرمایا: جو بھی شوق و اشتیاق کے ساتھ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو آئے، خداوند متعال ایک ہزار حج مقبول اور ایک ہزار مقبول عُمرے، شہدائے بدر جیسے ایک ہزار شہیدوں کا ثواب، ایک ہزار روزہ داروں کا ثواب، ایک ہزار قبول شدہ صدقات کا ثواب، اور اللہ کی رضا کے لئے آزاد کردہ ایک ہزار غلاموں کا اجر و ثواب اس کے عمل نامے میں لکھ دیتا ہے ۔) ٢(

امام موسی بن جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں: جو کوئی میرے فرزند علی (امام رضا) علیہ السلام کی زیارت کرے اسکا ثواب ستّر مقبول حج کے برابر ہوگا۔ مازنی کہتے ہیں میں نے تعجب بھرے لہجے میں پوچھا: ستّر حج؟ فرمایا: ستّر ہزار حج۔ میں نے عرض کیا: انکی زیارت کا ثواب ستر ہزار حج کے برابر ہے؟ فرمایا: ہاں بیشک! بہت سارے حج بارگاہ خدا میں قبول نہیں ہوتے، جو کوئی میرے بیٹے علی کی زیارت کرے اور ایک رات وہاں ٹھہرے گویا ایسا ہی ہے کہ اس نے خدا کی عرش پر زیارت کی ہے) ٣ حوالہ جات [1]

---

[1] ا۔ حسین نوری طبرسی، مستدرک الوسائل، ج10، ص343۔

٢ ۔حُرّ العاملی، وسائل الشیعۃ، ج14، ص453

پہلے زائرِ کربلا کا اجمالی تعارف

محمد حسن جمالی۔۔۔ مشہد مقدس

اسلام اور اس کے مفید آثار کو پہچاننے کی عمیق راہوں میں سے ایک ،ائمہ معصومینؑ اور پیغمبر مکرم اسلام کے خاص اصحاب کی زندگی کا مطالعہ ہے۔ چونکہ وہ زندگی بھر پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ ہدیٰؑ کے دکھائے ہوئے راستے پر گامزن رہے ۔جابر ابن عبداللہ انصاری ان قلیل افراد میں سے ہیں ،جو سچے معنوں میں پیغمبر اکرمؐ کے سمجھدار، عارف، متقی، مجاہد اور ماہر شاگرد تھے، جس نے 90 سال پر مشتمل اپنی پر برکت زندگی، اسلام اور اس کی اشاعت و ترویج کی راہ میں گزاری، وہ انتہائی مخلص ،نہ تھکنے والے منجھے ہوئے عبادت گزار، سچے عاشق اور جہد مسلسل کرنے والے عالم صحابی تھے ۔جابر ابن عبداللہ انصاری نے اپنی زندگی میں پانچ اماموں کو درک کرلیا، ان کی شاگردی کی سعادت حاصل کی، ان کے خاص دوستوں میں قرار پائے اور ان کے افکار و نظریات کی ترویج واشاعت میں بڑا کردار ادا کیا ۔ یہ وہ عظیم انسان ہیں کہ اسلام نے جن کی پرورش و تربیت کی اور خود بھی اسلام کی نشونما اور وسعت کا سبب بنے۔ اس میں گویا آپ نے دوسروں پر سبقت لی ہے۔اس میدان میں وہ اس قدر چمکے کہ لوگ انہیں (اصفیا) میں شمار کرنے لگے ۔جابر ابن عبداللہ انصاری نے ذیلی دو موضوعات (جو مکتب اسلام میں سرنوشت ساز اور بڑی اہمیت کے حامل ہیں) کو بہت اہمیت دی ہے۔

1۔آپ نے اپنی ساری توانائی تعلیماتِ اسلام کی پاسداری کیلئے وقف کئے رکھی۔

2۔حضرت جابرؓ ساری زندگی پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ کے فرامین وارشادات کی اشاعت و نقل اور اسلام کی ثقافت کو پھیلانے کے لئے شب وروز سعی کرتے رہے۔ انہوں نے نشر روایات اہلبیتؑ کو اس قدر اہمیت دی کہ

---

۳ ۔کافی، ج4، ص585؛ تہذیب، ج6، ص85؛ بحار الانوار، ج101، ص43

آج لوگ انہیں ناقل حدیث وناشر ثقافت اہلبیت کے نام سے پہچانتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہم اس عظیم شخصیت کی زندگی کا مطالعہ کرکے اپنی زندگی کے لئے دروس حاصل کریں۔

آپ کا اجمالی تعارف یہ ہے کہ جابر ابن عبداللہ انصاری دل وجان سے اسلام کی محافظت کرنے والے، حق کے عاشق اور آنحضرتؐ کے باوفا دوست تھے، جو ہجرت سے 15 سال قبل مدینہ منورہ میں خزرج کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گرامی عبداللہ بن عمرو، مکہ سے مدینہ کی طرف پیغمبر اکرمؐ کی ہجرت سے پہلے ہی اسلام قبول کرنے والے افراد میں سے پہلا فرد ہے، جس نے اپنی پوری زندگی اسلام کی اشاعت کے لئے وقف کی گئی اور اس نے سو سال سے زیادہ عمر پائی، جنگ بدر میں شرکت کی اور جنگ احد میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کی والدہ کا نام نسیبہ تھا، وہ عقبہ بن عدی کی بیٹی تھی۔ عصر رسول اللہؐ میں جابر ایک مخلص، مجاہد، پاک عنصر اور پیغمبر اکرمؐ کے صحابی شمار ہوتے تھے جنہوں نے آنحضرتؐ کے ساتھ 19 غزوے میں شرکت کی۔ امام باقرؑ فرماتے ہیں: جابر بن عبداللہ انصاری سے سنا ہے جو کہتے تھے کہ میں نے رسولخدا سے حضرت سلمان کے بارے میں پوچھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا: سلمان علم ومعرفت کا ایسا سمندر ہے جس کے آخر تک رسائی نہیں ہوسکتی، سلمان، گزشتہ اور آئندہ کے علوم کا حامل ہیں خدا اس سے دشمنی رکھتا ہے جو سلمان کا دشمن ہے اور خدا اسے دوست رکھتا ہے جو سلمان کا دوست ہے۔ میں نے عرض کیا :ابوذر غفاری، مقداد اور عمار یاسر کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت نے جواب کو تکرار کیا۔ اس کے بعد میں آنحضرت کے محضر مبارک سے اٹھ کر باہر آیا تا کہ ان چار شخصتوں کی دیدار کروں اور انہیں یہ بشارت دوں لیکن جب میں نے جانے کے لئے حرکت کی تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اے جابر تم ہمارے خاندان میں سے ہو۔

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کی خصوصیات میں سے ایک برجستہ خصوصیت پیغمبر اکرمؐ کی رمز و راز پر مشتمل وہ وصیت ہے جسے آپؐ نے جابر کو فرمائی تھی۔ یہ امر، جابر کی شخصیت کی عظمت اور ان کے مقام کی بلندی پر دلالت کرتا ہے۔ رسولخداؐ نے جابر سے فرمایا: امید قوی ہے کہ تم لمبی عمر پاوگے یہاں تک کہ نسل حسین ابن علیؑ سے

آنے والے فرزند سے ملاقات کروگے جس کا نام محمد ہے جو دینی علوم کو چیر ڈالیں گے اور اس کی تشریح کریں گے جب تم ان سے ملاقات کرو تو میرا اسلام ان تک پہنچادیں۔

جابر ابن عبداللہ انصاری کی اچھی روش اور نیک گفتار سمیت دوسرے قرینوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کبھی بھی جابر نے دوسروں کی راہ اختیار نہیں کی بلکہ وہ پورے کمال بہادری سے اسلام کی سچی راہ پر باقی رہے وہ ان شاذ و نادر لوگوں میں سے ہیں کہ زندگی کے نشیب وفراز جن کی پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ کرسکے ابو زبیر مکی کہتے ہیں : میں نے اس حال میں جابر کو دیکھا کہ وہ لاٹھی کے سہارے سے مدینے کی گلیوں سے گزرتے ہوئے لوگوں کے اجتماع کی جگہ آئے اور کہا : علی بہترین انسانوں میں سے ہیں لہذا جو بھی اس موضوع سے انکار کرے گا اس نے کفر کا راستہ اپنایا ہے اے مدینہ کے مسلمان لوگو ، علیؑ کی دوستی اور محبت کی بنیاد پر اپنے بچوں کی تربیت کریں اگر کوئی اس راہ میں مانع بن جائے تو سمجھ لیں اس کی ماں نے کیسے اسے جنم لیا ہے (وہ اصالت خانوادگی نہیں رکھتا) ابو زبیر کہتے ہیں : کہ میں جابر سے پوچھا۔ علی کیسے انسان تھے تو جابر نے اپنی آنکھوں سے آبرو کے بال کو اوپر کیا اور کہا : علیؑ روئے زمین کے بہترین افراد میں سے تھے۔ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں منافقین کو پہچاننے کا ہمارا معیار اور میزان علیؑ سے رکھا ہوا رابطہ تھا یعنی جو شخص علیؑ سے اچھا رابطہ رکھتا وہ حقیقی مسلمان اور جو ان کے ساتھ اچھا رابطہ نہ رکھتا اسے منافق سمجھا جاتا تھا۔

جس زمانے میں اہلبیت کے دشمنوں نے ائمہ کی ثقافت کو چھپانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جابر نے ائمہ ھدی کے افکار اور ثقافت کی اشاعت کے لئے مسلسل جدو جہد کی۔ آنخضرت کی احادیث دریافت کرنے کے لئے جابر نے مدینہ سے شام کی طرف سفر بھی کیا ان کی وثاقت کے بارے میں امام باقرؑ نے فرمایا : جابر ہر گز جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔ اس سلسلے میں تاریخ لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ اسلام کی ثقافت اور گفتار نقل کرنے میں وہ کوشاں رہتے اور وہ اسلام کی سنتوں کے پاسداروں میں شمار ہوتے ہیں۔

جس چیز نے جابر کی شہرت میں اضافہ کرکے اسے جہانی اور جاودانی بخشی وہ سن 61 ہجری کو روز اربعین کربلا میں قبر مطہر سید الشھدا پر حاضر ہو کر امام حسینؑ کی زیارت کرکے جابر کا پہلا زائر حسینی ہونے کا شرف حاصل کرلینا ہے اسی طرح امام حسینؑ سے ان کا مخلصانہ اور مقدس رابطے نے اسے حسینی رنگ میں رنگا اور مظلوم کربلا کے جوار میں اسے زمان ومکان کی بلندی کی چوٹی پر قرار دیا گیا۔ چونکہ اس کی زیارت کوئی معمولی زیارت نہیں تھی بلکہ اس کی زیارت سیاسی، انقلابی اور زمانے کے طاغوت یزید اور دوسرے طاغوتوں کے زرق وبرق شان وشوکت کو مسمار کرنے والی تھی، یہ زیارت یزیدیوں اور زور وزر کے مالک غلاموں کے سر پر گویا ایٹم بم بن کر گری۔ جابر کی زیارت کی کیفیت کے بارے میں عطیہ کوفی کہتا ہے کہ قبر حسین ابن علیؑ کی زیارت کے لئے میں جابر بن عبداللہ انصاری کے ساتھ کربلا گیا جب ہم کربلا پہنچے تو میں نے دیکھا جابر نے نہر فرات کے پاس جاکر غسل کیا، لباس نو زیب تن کیا، جس کا ایک حصہ اپنے دوش پر ڈالا اور اس کا دوسرا حصہ کمر کو باندھا اور ایک تھیلی ان کے ہمراہ تھی اسے کھولا اور اس سے خوشبو دار کوئی چیز نکالی (سعد)، اپنے کو معطر کرکے قبر حسینؑ کی طرف روانہ ہوئے اور ذکر الہی میں مشغول رہتے ہوئے قبر حسینؑ کے پاس پہنچے تو میں نے دیکھا کہ جابر نے اپنے آپ کو قبر حسینؑ پر گرایا اور شدت غم واندوہ سے بیہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو تین بار کہا : یا حسین۔ یا حسین۔ یا حسین، اس کے بعد کہا احبیب لا اجیب حبیبہ۔ کیا دوست دوست کو جواب نہیں دیں گے۔ پھر کہا کیسے جواب دیں گے میرے مظلوم سر تن سے جدا ہے، مبارک گردن سے خون جاری ہے۔ سینہ اور شانہ مبارک خون ناحق سے رنگین ہوئے ہوئے ہیں میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ پیغمبروں کے بہترین فرزند، مومنین کے دل کا سرور، اسوہ تقوی، ہادی ورہبران الہی کی نسل، پنجتن اصحاب کسا اور پارہ جگر علی وزھراء ہیں۔ پھر کہا کیوں ایسا نہ ہوں مولی، سید المرسلین کے ہاتھوں آپ نے تربیت وپرورش پائی ہے، اسوہ تقوی کے دامن میں آپ پلے بڑھے ہیں، زندگی اور موت کے وقت پاک تھے ،آپ کی جدائی سے مومنین کے دل جلے ،آپ کے زندہ ہونے میں انہیں کوئی شک نہیں۔ آپ پر خدا کا درود وسلام ہو۔ عطیہ کوفی نقل کرتا ہے کہ اس کے بعد جابر قبر امام حسین کے اطراف کی جانب متوجہ ہوئے اور سارے شھداء کربلا کی یوں زیارت کی :

سلام و درود ہو تمہاری ان روحوں کو جنہوں نے قبر حسین ابن علی کے محورؑ میں اپنے لئے جگہ انتخاب کیا اور ان کے آستان مبارک میں اپنے اونٹوں کو سلایا ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی اور زکواۃ ادا کی ،امر بالمعروف و نہی از منکر کا فریضہ بحسن و خوبی سرانجام دیا اور ملحدین و منکرین سے جنگ لڑی ،آپ نے اللہ کی عبادت کرتے کرتے موت کا استقبال کیا گیا۔ اس اللہ کی قسم جس نے پیغمبر اکرم کو برحق مبعوث کیا ہے ہم بھی تمہارے ساتھ تمہارے نیک اہداف اور کاموں میں شریک تھے۔ عطیہ کوفی نے سوال کیا، ہم کیسے ان شھدائے کربلا کے جہاد اور جنگوں میں شریک ہیں جب کہ ہم نہ ان کے نشیب و فراز میں شامل تھے اور نہ ہی ہم نے ان کے ساتھ میدان میں جاکر کوئی تلوار چلائی ہے، درحالیکہ ان شھیدوں نے اپنی جان راہ خدا میں فدا کردیا ہے اور ان کے سروں کو تن سے جدا کردیا گیا ہے، ان کے بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہوگئیں ؟ جابر نے جواب میں کہا : اے عطیہ میں نے اپنے حبیب رسولخداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا :

جو جس قوم سے الفت و محبت رکھے گا وہ اسی قوم کے ساتھ محشور ہوگا اور جو جس قوم کے عمل کو دوست رکھے گا وہ اسی قوم کے عمل میں شریک ہے۔ اس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو برحق بھیجا ہے میری اور میرے اصحاب کی نیت وہی ہے جو امام حسینؑ اور ان کے اصحاب باوفا کی تھی جس کی بنیاد پر وہ درجہ شہادت پر فائز ہوگئے۔ کیا جابر نے اربعین کے دن اہلبیت کے قافلے کی بھی زیارت کی ہے؟ اس کے بارے میں دو نظریئے پائے جاتے ہیں

1۔ امام سجادؑ اور ان کے ساتھی اسی اربعین اول (20 صفر سال 61) کو شام سے کربلا آئے اور اسی روز جابر سے ملاقات کی۔

2۔ امام سجادؑ اور ان کے ساتھیوں نے دوسرے سال کے اربعین میں جابر سے ملاقات کی ہے

امام حسینؑ کی قبر مطہر کی ضریح پر جابر کا نام

توجہ رہے امام حسینؑ کی ضریح کا اوپر والا حصہ ہندوستان کے شیعوں کی مدد سے بنا ہے جس کی لمبائی 5/5 میٹر اور چوڑائی 5/4 میٹر ہے۔ جس پر خالص سونے کے پانی سے آیہ نور اور پیغمبر اکرمؐ کی یہ حدیث شریف مرقوم کی گئی

ہے۔ اے جابر قبر حسینؑ کی زیارت کرو چونکہ قبر حسینؑ کی زیارت کا ثواب سو مستحب حج کے برابر ہے حقیقت یہ ہے کہ حسین ابن علیؑ کی قبر مطہر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور کربلا کی زمین بہشت کی زمینوں میں شمار ہوتی ہے جابر نے پیغمبر اکرمؐ کی وصیت پر بخوبی عمل کیا اور پہلا زائر حسینی کے عنوان سے دشوار اور سخت ترین موقعے میں اس عظیم سنت کی بنیاد رکھی۔

جابر کی رحلت: جب جناب جابر نے پیغمبر اکرمؐ کا پیغام امام باقرؑ تک پہنچایا تو امام نے جابر سے فرمایا: اپنی وصیت آمادہ کرو چونکہ آپ خدا کی راہ میں حرکت کرنے والے ہیں، جابر کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے جاری ہوئے اور امام باقرؑ سے عرض کی مولی آپ سے پہلے رسولخداؐ سے میں نے یہ خبر سن رکھی تھی آنحضرتؐ فرما چکے تھے کہ محمد ابن علیؑ کا دیدار کرنے کے کچھ دن بعد تمہاری رحلت ہوگی امام باقرؑ نے فرمایا: اے جابر خدا کی قسم اللہ تعالی نے ماضی حال اور آئندہ روز قیامت تک کا علم مجھے عطا کیا گیا۔ جابر نے وصیت کی اور سفر آخرت کے لئے آمادہ ہو گئے سرانجام 74،73، یا 78 کو 94 سال کی عمر میں دنیا سے رحلت کر گئے آپ نے مدینہ میں وفات پائی۔ بعض روایات کے مطابق امام صادقؑ نے فرمایا: آخری صحابہ ابان بن عثمان حاکم مدینہ نے جابر کی نماز جنازہ پڑھائی اس نے جابر کی اولاد کو یہ پیغام بھیجا ہوا تھا کہ جب تمہارے بابا کا انتقال ہو جائے اسے اس وقت تک دفن نہ کریں گے جب تک میں اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھ لوں چونکہ اس وقت کے حکمران بڑی شخصیات کے جنازے پر نماز پڑھنے کو اپنے لئے باعث امتیاز وافتخار سمجھتے تھے۔ حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری اگرچہ میدان میں دشمن سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید نہیں ہوئے لیکن قلم وبیان کی تلوار سے وہ زندگی بھر دشمنوں سے برسرپیکار رہے۔ انہوں نے اپنے علم اور ایمان کی طاقت کے ذریعے آل محمد سے بغض وکینہ رکھنے والے دشمنوں کی ناک مٹی میں رگڑاتے ہوئے ائمہ معصومین کا بھرپور دفاع کیا بلاتردید جابر ابن عبداللہ انصاری پیغمبر اکرمؐ کے اس ارشاد کے مصداق تھے (اذا کان یوم القیامة یوزن مداد العلماء مع دماء الشهداء فیرجع مداد العلماء علی دماء الشهداء) روز قیامت جب دانشمندوں کے قلم کی سیاہی کو شہداء کے خون سے وزن کیا جائے گا تو دانشمندوں کے قلم کی سیاہی شہداکے خون پر برتری پائے گی۔

عطیہ عوفی (کوفی) کا تعارف

محمد لطیف مطہری کچوروی۔۔۔ قم المقدس ایران

عطیہ سعد بن جنادہ عوفی جو بعض تاریخی کتابوں کے مطابق 36 سے 40 ہجری کے درمیان کوفہ میں پیدا ہوئے۔ بعض تحقیقات کے مطابق چونکہ ان کی پرورش کوفہ میں ہوئی، اس لئے انھیں کوفی کہا جاتا ہے۔ لیکن بعض کے مطابق وہ کوفہ میں پیدا نہیں ہوئے تھے، کیونکہ ان کا والد سعد بن جنادہ کوفہ کا رہنے والا نہیں تھا۔ عطیہ عرب کے معروف و مشہور بکالی خاندان میں پیدا ہوا۔ بکالی خاندان قبیلہ بنی عوف بن امر القیس سے تعلق رکھتے تھے اور عرب قبائل میں اس قبیلہ کو ایک خاص مقام و منزلت حاصل تھا، چونکہ وہ بنی عوف قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، اس لئے اسے عطیہ عوفی کہا جاتا ہے۔۱۔ جنادہ مشہور روایوں میں سے ہیں، جنہوں نے بہت ساری روایتوں کو نقل کیا ہے۔ وہ پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد امام علی علیہ السلام کے قریبی ساتھیوں میں شامل ہو گئے اور آپ کے ساتھ بہت سے جنگوں میں شرکت کی اور اس بارے میں بہت سی روایات ان سے نقل ہوئی ہیں۔ مشہور مورخ ابن سعد کہتے ہیں: سعد بن محمد ابن الحسن، عطیہ کا بیٹا نقل کرتا ہے: سعد بن جنادہ کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا: یا امیر المومنین علیہ السلام: مجھے ایک بیٹا پیدا ہوا ہے، آپ اس کے لئے کوئی مناسب نام انتخاب کریں۔ امام نے فرمایا: یہ بیٹا اللہ تعالی کی طرف سے ایک عطا اور ہدیہ ہے۔ پس وہ عطیہ کے نام سے مشہور ہوا، اس کی والدہ اہل روم تھیں۔۲۔

زیارۃ اربعین کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: مومن کی نشانیوں میں سے ایک زیارۃ اربعین کی تلاوت کرنا ہے۔۳۔ جب بھی زیارت اربعین اور چہلم امام حسین علیہ السلام کا ذکر ہو، وہاں حتماً ان دو ہستیوں یعنی جابر اور عطیہ کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ دونوں ہستیاں اسلامی تاریخ کی معروف شخصیات میں سے ہیں۔ لیکن جو چیز انہیں دوسری شخصیات اور افراد سے ممتاز کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ ان کا شمار امام حسین علیہ السلام کے پہلے زائروں میں ہوتا ہے۔ بعض افراد عطیہ عوفی کو جابر بن عبد اللہ انصاری کا غلام تصور کرتے ہیں، جبکہ یہ بات

صحیح نہیں ہے، کیونکہ کسی بھی مستند منابع میں اس بات کا ذکر نہیں ہوا ہے، بلکہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ صحابی کا قابل اعتماد شاگرد رہا ہے۔ عطیہ عوفی اور جابر بن عبد اللہ انصاری 20 صفر 61ء ہجری کو امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے والے پہلے زائر تھے، جو شہدائے کربلا کے چہلم کے موقع پر کربلا میں امام حسین علیہ السلام کی مرقد پر پہنچے۔

عطیہ عوفی بہت بڑے عالم، محدث، مفسر اور سماجی اور سیاسی معاملات میں متحرک مسلمان تھے۔ عطیہ تابعین میں سے تھے، جنھوں نے رسولؐ خدا کو درک نہیں کیا وہ امام علی علیہ السلام کے اصحاب اور ان کے بعد باقی ائمہ علیہم السلام کے بھی اصحاب تھے، انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام کے زمانے کو بھی درک کیا۔ عطیہ نے اپنے استاد سے حدیث غدیر کے علاوہ زیارت اربعین کو بھی نقل کیا ہے۔ جابر بن عبد اللہ انصاری پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبی اصحاب میں سے ہیں، جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ امام باقر علیہ السلام کو ان کا سلام پیش کرنا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ بشارت دی تھی کہ وہ زندہ رہیں گے اور پانچویں امامؑ سے ملاقات کریں گے۔ عطیہ عوفی نے برجستہ استادوں سے تربیت حاصل کی، جن میں سب سے مشہور جابر بن عبد اللہ انصاری اور عبد اللہ ابن عباس ہیں، جبکہ بعض کتابوں میں ان کے آٹھ اساتید کا نام ذکر کیا ہے۔ عطیہ نے پانچ جلدوں پر مشتمل قرآن مجید کی تفسیر لکھی ہے۔ ۴۔

عطیہ اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے عالم دین تھے اور علمی اعتبار سے ان کو اتنا مقام حاصل تھا کہ اہل سنت علماء بھی ان پر اعتماد کرتے تھے۔ عطیہ کے علمی آثار اہل سنت علماء کے درمیان بھی معتبر تھے، خاص کر طبری اور خطیب بغدادی جیسی عظیم شخصیات نے اس عظیم عالم کے علمی آثار سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ عطیہ کو قرآن اور علوم قرآنی سے اس قدر محبت تھی کہ خود ایک روایت میں نقل کرتا ہے: میں نے ابن عباس سے قرآن پاک کی تین دورہ تفسیر سیکھا ہے اور ستر مرتبہ قرآن اس کے پاس پڑھا ہے۔ ۵۔ عطیہ نے بھی بعض افراد کی تربیت کی، جن میں سے بعض کے نام کتاب تھذیب التھذیب میں ذکر ہے۔ اس کے مہم ترین شاگردوں میں مشہور راوی اعمش اور اس کے اپنے تین بچے حسن، عمرو اور علی شامل ہیں۔ ٦۔

عطیہ عالم، مفسر قرآن اور ایک عظیم محدث ہونے کے علاوہ ایک سماجی اور سیاسی کارکن بھی تھے جیسے:

۱۔ عطیہ نے حدیث ثقلین، حدیث ائمہ اثنا عشر، حدیث سفینہ نوح حدیث غدیر، حدیث منزلت، حدیث سد الابواب وغیرہ اور وہ احادیث جو سیاسی اعتبار سے بھی زیادہ اہم سمجھے جاتے تھے، نقل کیا ہے اسی طرح آیہ تطہیر کی تفسیر بیان کی ہے۔

۲۔ عطیہ جابر کے ساتھ اس انتہائی حساس اور خطرناک صورتحال میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے جاتے ہیں، کیوں کہ امام حسین کی علیہ السلام شہادت کے بعد یزید اپنے آپ کو فاتح کربلا سمجھتا تھا اور اپنے ظلم وستم اور جنایتوں کے لئے کسی کو مانع نہیں سمجھتا تھا اور ہمیشہ اختلاف رائے کو خاموش کرنے کے ذریعہ، قیام عاشورا کو اپنی جائز حکومت کے خلاف بغاوت قرار دیتا تھا۔ اس صورت حال میں جناب جابر اور جناب عطیہ کا مدینہ سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا قصد کرکے کربلا جانا اور اس مقدس مرقد پر عزاداری کرنا حقیقت میں آپ کے حقیقی فتح کی ترجمانی کرنا تھا۔

۳۔ عطیہ قیام مختار میں شریک ہوئے اور مختار کے حکم پر عبداللہ بن زبیر کے ہاتھوں سے بنی ہاشم اور محمد بن حنفیّہ کو بچانے کے لئے ابو عبداللہ جدلی کی سربراہی میں مکہ روانہ ہوگئے۔ جب وہ مکہ کے قریب پہنچے تو ابو عبداللہ جدلی نے عطیہ کو آٹھ سو فوجیوں کی کمان دے کر شہر روانہ کیا۔ یہ گروہ مکہ میں تکبیر کی آواز بلند کرتے مکہ میں وارد ہوگئے۔ عبداللہ بن زبیر نے جب یہ آواز سنا تو بھاگ کر دارالندوہ میں داخل ہوگئے۔ بعض کے مطابق عبداللہ بن زبیر نے کعبہ کے غلاف سے پکڑ کر پناہ لی اور کہا کہ میں خدا کی پناہ میں ہوں۔ عطیہ کہتے ہیں: ہم ابن عباس اور ابن حنفیّہ کے پاس گئے، جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھروں میں قید تھے، جن کے چاروں طرف اس طرح سے لکڑی کی دیواریں بنائی گئی تھی کہ اگر کوئی اسے آگ لگادے تو وہ سب جل جائیں۔ ان افراد کو بچانے کے بعد ہم نے ابن عباس اور محمد بن حنفیّہ سے اجازت طلب کی کہ وہ عبداللہ بن زبیر کے نجس وجود کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے اجازت دیں، لیکن انہوں نے خانہ کعبہ کے وقار کی وجہ سے اس بات کی اجازت نہیں دی۔۷۔

۴۔ تاریخ ان کی سیاسی جدو جہد کو کبھی فراموش نہیں کرے گی۔ تاریخی منابع میں ان کے بارے میں کچھ اس طرح ذکر ہیں: کوفہ میں ظالم و جابر حکومتوں کے خلاف بے شمار تحریکیں وجود میں آئی ہیں، جن میں سے ایک عبدالرحمٰن ابن محمد اشعث کی تحریک تھی۔ یہ تحریک خراسان سے شروع ہوئی تھی اور عراق کے کچھ بڑے دانشمند اور قاریان، جیسے سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی اور عطیہ عوفی بھی عبدالرحمٰن کے ساتھ اس تحریک میں شامل تھے۔ جب عبدالرحمٰن کو شکست ہوئی اور اسے گرفتار کرلیا گیا تو عطیہ فارس بھاگ جانے میں کامیاب ہوا۔ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم ثقفی کو ایک خط لکھا اور یہ حکم دیا کہ وہ عطیہ کو اپنے پاس بلالیں اور اسے کہہ دیں کہ وہ علیؑ بن ابی طالب پر لعنت بھیجیں۔ اگر اس نے اس عمل کو انجام دیا تو ٹھیک ہو اور نہ اسے چار سو کوڑے مارنا اور اس کے سر کے بال اور داڑھی کو منڈوانا۔ چنانچہ اس نے عطیہ کو طلب کیا اور حجاج کے خط کو پڑھ کر اسے سنایا۔ عطیہ نے اس کی اطاعت سے انکار کر دیا اور اس نے بھی حجاج کے حکم پر عمل کیا اور اس پر چار سو کوڑے مارا اور اس کے سر کے بال اور داڑھی کو منڈوالیا۔ جب قتیبہ بن مسلم نے خراسان کی گورنری سنبھالی تو، عطیہ اس کے پاس چلا گیا اور خراسان میں رہا، یہاں تک کہ عمر بن ہبیرہ نے عراق حکومت کا اقتدار سنبھال لیا۔ اس وقت، عطیہ نے اسے ایک خط لکھ کر کوفہ واپس آنے کا مطالبہ کیا تو ہبیرا نے اسے کوفہ آنے کی اجازت دی۔ عطیہ کوفہ واپس آئے اور 111 ہجری میں وفات پانے تک کوفہ میں مقیم رہے۔۸۔

عطیہ سے منقول روایات:

ا۔ حدیث غدیر:

ابن مغازلی نے اپنی کتاب میں عطیہ عوفی سے روایت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عطیہ نے کہا: میں نے ابن ابی اوفی کو اس کے گھر کے پاس دیکھا جب وہ نابینا ہو چکا تھا۔ میں نے اس سے حدیث غدیر کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: اے کوفہ کے رہنے والو: کس قدر تم بد بخت ہو۔ وائے تمہاری اس حالت پر۔ میں نے کہا: خدا تمہارے کام کو آسان اور اصلاح کرے، میں کوفہ سے نہیں ہوں اور تجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ میں کوفہ کا رہنے والا نہیں

ہوں۔ اس نے پوچھا: تمہاری مراد کونسی حدیث ہے؟ میں نے کہا حدیث غدیر کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں، جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز غدیر علیؑ ابن ابی طالب کے بارے میں فرمایا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خم کے میدان میں غدیر کے دن علیؑ ابن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے اس طرح مخاطب ہوا: اے لوگو! کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنین سے زیادہ ان کے جسموں پر تصرف کا حق رکھتا ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں اے رسولؐ خدا۔ اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: جس جس کا میں مولا ہوں، اس کا علیؑ ابن ابی طالب بھی مولا ہے۔۹۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں: حافظ ابو نعیم نے اپنی کتاب (مانزل من القرآن فی علیؑ) میں اعمش (عطیہ عوفی کا شاگرد) سے اور اعمش، عطیہ عوفی سے نقل کرتا ہے کہ عطیہ اس آیہ شریفہ (یا آیھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک)۱۰۔ کی شان نزول کے بارے میں کہتا ہے کہ: (نزلت ہذہ الآیہ علیؑ رسول اللہ فی علیؑ بن ابی طالب) یہ علیؑ بن ابی طالب کے بارے میں نازل ہوا ہے۔۱۱۔

۲۔ خطبہ فدک: عطیہ کا دوسرا لازوال کام حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا خطبہ فدکیہ ہے۔ آپؑ نے یہ خطبہ مسجد نبوی میں دیا تھا۔ عطیہ نے اسے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے فرزند عبد اللہ بن مثنی کو نقل کیا اور اس طرح یہ خطبہ ہمیشہ کے لئے تاریخ میں ایک یادگار کے طور پر ثبت ہوا۔

۳۔ حدیث زیارت اربعین:

طبری اپنی سند کے ساتھ عطیہ عوفی سے نقل کرتا ہے کہ عطیہ عوفی نے کہا کہ: عن عطيّة العوفي: خَرَجتُ مَعَ جابِرِ بنِ عَبدِ اللّه ِ الأَنصارِيِّ زائِرَينِ قَبرَ الحُسَينِ بنِ عَلِيِّ بنِ أبی طالِبٍ علیه السلام، فَلَمّا وَرَدنا كَربَلاءَ دَنا جابِرٌ مِن شاطِئِ الفُراتِ فَاغتَسَلَ، ثُمَّ اتَّزَرَ بِإِزارٍ وَارتَدی بِآخَر، ثُمَّ فَتَحَ صُرَّةً فيها سُعدٌ فَنَثَرَها عَلی بَدَنِه، ثُمَّ لَم يَخطُ خُطوَةً إلّا ذَكَرَ اللّه ِ تَعالی۔ حَتّی إذا دَنا مِنَ القَبرِ قال: ألمِسنيهِ فَأَلمَستُهُ فَخَرَّ عَلَى القَبرِ مَغشِيّا عَلَيهِ فَرَشَشتُ عَلَيهِ شَيئا مِنَ الماءِ فَلَمّا أفاقَ قال: يا حُسَينُ ثَلاثا ثُمَّ قال: حَبيبٌ لا يُجيبُ حَبيبَهُ۔ ثُمَّ قال: وأنّى لَکَ بِالجَوابِ وقَد شُحِطَت أوداجُکَ عَلى أثباجِک، وفُرِّقَ بَينَ بَدَنِکَ ورَأسِک، فَأَشهَدُ أنَّکَ ابنُ خاتَمِ النَّبِيّين وَابنُ سَيِّدِ المُؤمِنين وَابنُ حَليفِ التَّقوى

وسَليلِ الهُدى وخامِسُ أصحابِ الكِساءِ وَابنُ سَيِّدِ النُّقَباءِ وَابنُ فاطِمَةَ سَيِّدَةِ النِّساءِ وما لَکَ لا تَکونُ هکَذا وقَد غَذَّتکَ کَفُّ سَیِّدِ المُرسَلین ورُبِّیتَ فی حِجرِ المُتَّقین ورُضِعتَ مِن ثَدیِ الإِیمانِ وفُطِمتَ بِالإِسلام فَطِبتَ حَیّا وطِبتَ مَیِّتا غَیرَ أنَّ قُلوبَ المُؤمِنینَ غَیرُ طَیِّبَةٍ لِفِراقِک ولا شاکَّةٍ فِی الخِیَرَةِ لَکَ فَعَلَیکَ سَلامُ اللّه و رِضوانُهُ وأشهَدُ أنَّکَ مَضَیتَ عَلی ما مَضی عَلَیهِ أخوکَ یَحیَی بنُ زَکَرِیّا۔

میں جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کے ساتھ حسین بن علی علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنے کے لئے کوفہ سے نکلے۔ جب ہم کربلا پہنچے تو جابر فرات کے ساحل کے قریب گیا اور غسل انجام دیا اور محرم افراد کی طرح ایک چادر پہنا، پھر ایک تھیلی سے خوشبو نکالا اور اپنے آپ کو اس خوشبو سے معطر کیا اور ذکر الہی کے ساتھ قدم اٹھانا شروع کیا، یہاں تک کہ وہ حسینؑ ابن علیؑ کے مرقد کے قریب پہنچا۔ جب ہم نزدیک پہنچے تو جابر نے کہا:

میرا ہاتھ قبر حسینؑ پر رکھو۔ میں نے جابر کے ہاتھوں کو قبر حسینؑ پر رکھا۔ اس نے قبر حسینؑ ابن علیؑ کو سینے سے لگایا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب میں نے اس کے اوپر پر پانی ڈالا تو وہ ہوش میں آیا۔ اس نے تین مرتبہ یا حسینؑ کہہ کر آواز بلند کیا اور کہا: (حبیب لایجیب حبیبہ) کیا دوست دوست کو جواب نہیں دیتا؟ پھر جابر خود جواب دیتا ہے کہ آپ کس طرح جواب دو گے کہ آپ کے مقدس کو جسم سے جدا کیا گیا ہے؟، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ پیغمبرؐ خاتم اور امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب اور فاطمہؑ زہرا کے فرزند ہیں اور آپ اس طرح کیوں نہ ہوں، کیونکہ خدا کے رسولؐ نے اپنے دست مبارک سے آپ کو غذا دیا ہے اور نیک لوگوں نے آپؑ کی پرورش اور تربیت کی ہے۔ آپؑ نے ایک پاک اور بہترین زندگی اور بہترین موت حاصل کی ہے، اگرچہ مومنین آپ کی شہادت سے محزون ہیں۔ خدا کی رضایت اور سلام شامل حال ہو اے فرزند رسولؐ خدا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو ایسی شہادت نصیب ہوئی، جیسے یحییٰ بن زکریا کو نصیب ہوا تھا۔

ثُمَّ جالَ بِبَصَرِهِ حَولَ القَبرِ وقال: السَّلامُ عَلَیکُم أیَّتُهَا الأَرواحُ الَّتی حَلَّت بِفِناءِ الحُسَینِ وأناخَت بِرَحلِهِ وأشهَدُ أنَّکُم أقَمتُمُ الصَّلاةَ وآتَیتُمُ الزَّکاةَ ، وأمَرتُم بِالمَعروفِ ونَهَیتُم عَنِ المُنکَرِ وجاهَدتُمُ المُلحِدین

وعَبَدتُمُ اللّه ـ حَتّی أتاکُمُ الیَقینُ۔ وَالَّذی بَعَثَ مُحَمَّدا بِالحَقِّ نَبِیّا لَقَد شارَکنا کُم فیما دَخَلتُم فیهِ۔ قالَ عَطِیَّةُ: فَقُلتُ لَهُ: یا جابِرُ ! کَیفَ ولَم نَهبِط وادِیا ولَم نَعلُ جَبَلاً ولَم نَضرِب بِسَیفٍ وَ القَومُ قَد فُرِّقَ بَینَ رُؤوسِهِم وأبدانِهِم، واُوتِمَت أولادُهُم و أرمَلَت أزواجُهُم ؟! فَقال: یا عَطِیَّةُ ! سَمِعتُ حَبیبی رَسولَ اللّه ـصلی الله علیه و آله یَقولُ: مَن أحَبَّ قَوما حُشِرَ مَعَهُم و مَن أحَبَّ عَمَلَ قَومٍ اُشرِکَ فی عَمَلِهِم وَالَّذی بَعَثَ مُحَمَّدا بِالحَقِّ نَبِیّا إنَّ نِیَّتی ونِیَّةَ أصحابی عَلی ما مَضی عَلَیهِ الحُسَینُ علیه السلام وأصحابُهُ خُذوا بی نَحوَ أبیاتِ کوفانَ۔

اس کے بعد جابر نے سید الشہداء علیہ السلام کے اطراف میں موجود قبروں کی طرف دیکھا اور کہا: سلام ہو آپ لوگوں پر اے پاکیزہ ہستیاں کہ آپ لوگوں نے حسینؑ ابن علیؑ علیہ السلام کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ لوگوں نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کیا اور ملحدوں کے ساتھ جہاد کیا اور خدا کی اتنی عبادت کی کہ یقین کے مرحلہ تک پہنچ گئے ہو۔ قسم اس ذات کی جس نے حضرت محمدؐ مصطفیٰ کو نبوت اور رسالت پر مبعوث کیا، ہم بھی آپ لوگوں کے اس عمل میں شریک ہیں۔

عطیہ کہتے ہیں: میں نے جابر سے پوچھا: ہم کس طرح ان کے ساتھ ثواب میں شریک ہو سکتے ہیں، جب کہ ہم نہ کوئی بھی کام انجام نہیں دیا ہے۔ نہ ہم نے تلوار ہاتھوں میں لیا ہے نہ ہم نے کسی سے جنگ کی ہے، لیکن ان لوگوں کے سروں کو ان کے جسموں سے جدا کیا گیا ہے۔ ان کے بچے یتیم ہو گئے ہیں اور ان کی شریک حیات بیوہ ہو گئی ہیں؟۔ جابر نے مجھے جواب دیا اے عطیہ ! میں نے اپنے محبوب رسولؐ خدا سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی کسی گروہ کو چاہتا ہے تو وہ اس گروہ کے ساتھ محشور ہوں گے، اور جو بھی کسی گروہ کے عمل سے راضی ہو تو وہ بھی اس گروہ کے اعمال میں شریک ہیں۔ اس ہستی کی قسم جس نے محمدؐ مصطفیٰ کو مبعوث کیا ہے کہ میرا اور دوسرے چاہنے والوں کو ارادہ بھی وہی ہے، جو امام حسین علیہ السلام اور ان کے باوفا اصحاب کا تھا۔ پھر اس کے بعد جابر نے کہا: میرا ہاتھ پکڑو اور مجھے کوفہ کی طرف لے چلو۔

فَلَمّا صِرنا فی بَعضِ الطَّریقِ قالَ: یا عَطِیَّةُ ! هَل اُوصیکَ وما أظُنُّ أنَّنی بَعدَ هذِهِ السَّفَرَةِ مُلاقیک؟ أحبِب مُحِبَّ آلِ مُحَمَّدٍ صلی الله علیه و آله ما أحَبَّهُم وأبغِض مُبغِضَ آلِ مُحَمَّدٍ ما أبغَضَهُم وإن کانَ صَوّاما قَوّاما، وَارفُق بِمُحِبّ مُحَمَّدٍ وآلِ مُحَمَّدٍ ، فَإِنَّهُ إن تَزِلَّ لَهُ قَدَمٌ بِکَثرَةِ ذُنوبِهِ ثَبَتَت لَهُ اُخری بِمَحَبَّتِهِم ، فَإِنَّ مُحِبَّهُم یَعودُ إلَی الجَنَّةِ ، ومُبغِضَهُم یَعودُ إلَی النّارِ۔ جابر کوفہ کی طرف جاتے ہوئے کہتا ہے: اے عطیہ ! کیا تم چاہتے ہو کہ میں تجھے وصیت کروں؟ کیونکہ مجھے نہیں لگتا کہ اس سفر کے بعد میں تم سے دوبارہ ملوں۔ اے عطیہ ! آل محمدؐ کے چاہنے والوں سے محبت کرو، جب تک کہ وہ آل محمدؐ سے محبت اور دوستی کرتے ہیں۔ آل محمدؐ کے دشمنوں سے عداوت کرو، جب تک کہ وہ آل محمدؐ سے دشمنی کرتے ہیں، گرچہ وہ دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو شب بیداری میں ہی کیوں نہ گزارتا ہو۔ آل محمدؐ کے چاہنے والوں کے ساتھ رواداری اور نرمی سے پیش آجاو، کیونکہ اگر ان کے پاؤں گناہوں کی بوجھ کو برداشت نہ کرسکے، تو ان کا دوسرا پاؤں آل محمدؐ کی محبت کی وجہ سے مضبوط اور ثابت قدم رہے گا۔ بے شک آل محمد کے چاہنے والے جنت میں جائیں گے، جبکہ ان کے دشمن جہنم میں چلے جائیں گے۔ ۱۲۔

حوالہ جات: [1] ۱۔ سفینہ البحار، ج۶، ص۲۹۶۔ ۲۔ شیخ عباس قمی، سفینۃالبحار، ج 6، ص 296 بہ نقل از تنقیح المقال۔ ۳۔ وسائل الشیعہ جلد 10، صفحہ 373۔

۴ شیخ عباس قمی، سفینۃ البحار، ج 6، ص 296 بہ نقل از تنقیح المقال۔ ۵۔ ریحانۃ الادب، ج ۴، ص۲۱۸۔ ۶۔ شیخ عباس قمی، سفینۃ البحار، ج 6، ص 296 بہ نقل از تنقیح المقال۔ ۷۔ الطبقات الکبری، ج۵، ص: ۷۵۔ ۸۔ شیخ عباس قمی، سفینۃالبحار، ج 6، ص 296 بہ نقل از تنقیح المقال۔

۹۔ محمد باقر مجلسی، بحارالانوار، ج 37، ص 185 بہ نقل از الطرائف۔ ۱۰۔ مائدہ، آیہ 67۔ ۱۱۔ بحارالانوار، ج 37، ص 190۔

۱۲۔ عمادالدین قاسم طبری آملی، بشارۃالمصطفیٰ، ص 125، حدیث 72؛ بحارالانوار، ج 68، ص 130، ح 62

حضرت جابر انصاریؓ کا تعارف

محمد لطیف مطہری کچوروی

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری صحابی رسول ہیں ﷺ۔آپ نے دوسری بیعت عقبہ میں نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ کثیر الحدیث صحابی اور حدیث لوح کے راوی ہیں۔ حدیث لوح میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیعہ ائمہ معصومین علیہم السلام کے اسماء مبارک کو ذکر فرمایا ہے۔ جابر کے والد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہجرت سے پہلے ایمان لائے اور دوسری بیعت عقبہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد کیا اوران بارہ نقیبوں میں سے ایک تھے جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے قبیلوں کے نمائندوں کے طور پر مقرر کیا تھا۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد عبداللہ نے مدینہ منورہ میں دین اسلام کی تبلیغ کے لئے کوشش کی۔ابن کثیر دمشقی جابر کے والد عبداللہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خداوند آپ کو اے انصار جزائے خیر دے خصوصا العمرو بن حرام (جابر کا کنبہ) اور سعد بن عبادہ کو۔۱۔ عبداللہ غزوہ بدر میں شریک تھے اور غزوہ احد میں شہید ہوئے۔۲۔

جابر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی جنگوں اور اہم واقعات میں موجود تھے ، جیسے : غزوہ بنی مصطلق، غزوہ احزاب، غزوہ بنی قریظہ ، صلح حدیبیہ ، غزوہ خیبرہ ، سریہ خبط ، فتح مکہ ، محاصرہ طائف اور غزوہ تبوک ۔ ۳۔ مورخین اور محدثین نے جابر بن عبداللہ انصاری کا نام ان لوگوں کی فہرست میں ذکر کیا ہے جو حضرت علی علیہ السلام کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں ایمان لانے والوں میں سے سب سے پہلے قرار دیتے ہیں۔۴۔ شیخ مفید نے جابر کو ان اصحاب کی فہرست میں شامل کیا جو حضرت علی علیہ السلام کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین بلافصل سمجھتے ہیں۔ شیخ صدوق ،ابو زبیر مکی (جو جابر کے شاگردوں میں سے تھے) نقل کرتا ہے: میں نے جابر کو مدینہ میں انصار کے محلوں اوران کے محافل میں عصا ہاتھوں میں لئے گھومتے ہوئے دیکھا

جبکہ وہ یہ کہ رہے تھے : اے گروہ انصار : اپنے فرزندوں کی تربیت حب علی علیہ السلام کے ساتھ کیا کرو اور جو اس سے انکار کرے تو اس کی ماں کے کردار کا جائزہ لو ۵۔

ایک دن امام باقر علیہ السلام نے جابر سے حضرت عائشہ اور جنگ جمل کے بارے میں پوچھا۔ جابر نے جواب دیا: ایک دن میں عائشہ کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ علی بن ابی طالب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے اپنا سر جھکایا اور ایک لمحے کے بعد سر اٹھا کر یہ اشعار پڑھنا شروع کیا: جب سونے کو جلایا جاتا ہے، تو اس سے ساری ملاوٹیں اور ناخالصی نکل جاتی ہے۔ ہم انسان بھی خالص اور ناخالص ہیں۔ علی ہمارے درمیان ایک معیار ہے جو کھرے اور کھوٹے کو سرے سے الگ کرتا ہے۔٦۔

جابر کہتے ہیں: ہم بصرہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ تھے، جنگ ختم ہو گئی اور میں رات کو اصحاب کے ایک گروہ کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ آپ ہمارے پاس تشریف لائے اور پوچھا تم لوگ کیا گفتگو کر رہے ہو؟ میں نے کہا: ہم دنیا کی برائی کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جابر! دنیا کی برائی کیوں کر رہے ہو؟ اس کے بعد آپ نے خدا کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد دنیا کے فوائد پر گفتگو کی اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر قبرستان لے گیا اور مرنے والوں کے بارے میں بات کی۔٧۔ اسی طرح جنگ صفین اور نہروان میں بھی جابر امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں رہا۔ نہروان سے واپس آتے وقت جو واقعہ پیش آیا تھا جابر نے اسے بھی نقل کیا ہے۔٨۔

کتاب وقعہ الصفین جو قدیم کتابوں میں سے ایک کتاب ہے، جابر بن عبد اللہ سے نقل ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاویہ اس حالت میں مرے گا کہ وہ میری امت میں شامل نہیں ہوگا۔٩۔ معاویہ کے بارے میں جابر کا موقف اس حدیث سے واضح ہو جاتا ہے کیونکہ جابر نے اس حدیث کو مستقیما اور کسی واسطہ کے بغیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ اسی طرح یہ واقعہ بھی جابر کے موقف کی عکاسی کرتا ہے۔ حضرت امام علی علیہ السلام کی خلافت کے آخری سال میں معاویہ نے تین ہزار افراد کو بسر بن ارطاۃ کی سربراہی میں مدینہ بھیجا اور بسر بن ارطاۃ سے کہا: مدینہ جاو اور وہاں افراد کو منتشر کرو۔ تم جہاں بھی جاو لوگوں کو ڈراؤ۔ جو ہماری

اطاعت سے انکار کرے ان کے اموال کو لوٹ لو، اور اہل مدینہ کو ڈرا کر یہ بات سمجھانے کی کوشش کرو کہ ان کے پاس اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ لشکر معاویہ جب مدینہ پہنچا تو انہوں نے معاویہ کے احکامات پر عمل کرنا شروع کیا۔ مدینہ کے لوگوں کو جنگی سہولیات اور افراد کی کمی کا سامنا ہوا جس کی وجہ سے بیعت کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ملا۔ قبیلہ بنی سلمہ جو جابر کا رشتہ دار تھا، بھی بیعت کے لئے بسر بن ارطاۃ کے پاس پہنچا۔ اس نے پوچھا کہ جابر بھی ان کے ساتھ ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا جب تک جابر ان کے ساتھ نہیں آتا تب تک ان سے بیعت نہیں لوں گا۔ جابر کہتے ہیں: میں ڈر گیا اس لئے وہاں سے بھاگ گیا۔ لیکن بسر نے بنی سلمہ جابر کے قبیلہ والوں سے کہا: جب تک کہ جابر خود نہ آئے کسی کو کوئی تحفظ نہیں ہے۔ میرے رشتہ دار میرے پاس آئے اور کہا: خدا کی قسم ہمارے ساتھ چلو اور اپنی جان اور اپنے رشتے داروں کے جانوں کی حفاظت کرو، کیونکہ اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو ہمارے لوگ مارے جائیں گے اور ہمارے اہل خانہ کو اسیر کیا جائے گا۔

جابر نے ایک رات سوچنے کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ ام سلمہ کی خدمت میں مشورہ کرنے کے لئے چلا گیا تو انہوں نے جابر سے کہا: اس کی بیعت کرو اور اپنی اور رشتہ داروں کی جان بچاو اگرچہ میں جانتا ہوں کہ یہ بیعت، بیعت ضلالت ہے۔ یہ تقیہ ہی تھا جس نے اصحاب کہف کو مجبور کیا کہ وہ دوسرے لوگوں کی مانند گردن میں صلیب لٹکائیں اور ان کی تقریبات میں شرکت کریں۔ ۱۰۔

بعض روایات کے مطابق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جابر کا رابطہ ہمیشہ دوستانہ اور محبت آمیز تھا۔ ایک دفعہ جابر بیمار پڑ گئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لئے اس وقت تشریف لے گئے جب وہ اپنی تندرستی سے مایوس ہو چکے تھے۔ جابر نے بہنوں کے درمیان ترکے کی تقسیم کے بارے میں مختلف سوالات پوچھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے انہیں طویل عمر کی خوشخبری دی اور ان کے سوال کے جواب میں یہ آیت :

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلاَلَةِ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ فَإِن كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ وَإِن كَانُواْ إِخْوَةً رِّجَالاً وَنِسَاء فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّهُ لَكُمْ أَن تَضِلُّواْ وَاللّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

(لوگ آپ سے (کلالہ کے بارے میں) دریافت کرتے ہیں، ان سے کہدیجیے: اللہ کلالہ کے بارے میں تمہیں یہ حکم دیتا ہے: اگر کوئی مرد مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اسے (بھائی کے) ترکے سے نصف حصہ ملے گا اور اگر بہن (مر جائے اور اس) کی کوئی اولاد نہ ہو تو بھائی کو بہن کا پورا ترکہ ملے گا اور اگر بہنیں دو ہوں تو دونوں کو (بھائی کے) ترکے سے دو تہائی ملے گا اور اگر بھائی بہن دونوں ہیں تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہو گا، اللہ تمہارے لیے احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے)۱۱۔ نازل ہوئی جو آیت کلالہ کے نام سے مشہور ہے۔۱۲۔

حضرت جابرؓ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نقل کرنے کے علاوہ صحابہ اور حتی بعض تابعین سے بھی روایات نقل کی ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام، طلحہ بن عبید اللہ، عمار بن یاسر، معاذ بن جبل، اور ابو سعید خدری ان اصحاب میں سے ہیں جن سے جابر نے روایات نقل کی ہے۔۱۳۔ جابر اس قدر دینی معارف و تعلیمات حاصل کرنے کے طالب و مشتاق تھے کہ انھوں نے ایک صحابی رسول سے براہ راست حدیث رسول سننے کے لئے شام کا سفر اختیار کیا۔۱۴۔ اس شوق نے آخرِ عمر میں جابر کو خانۂ خدا کی مجاورت پر آمادہ کیا تاکہ وہاں رہ کر بعض حدیثیں سن لیں۔۱۵۔ وہ حدیث کے سلسلے میں نہایت بابصیرت اور نقاد تھے۔ مشہور شیعہ احادیث کی اسناد میں جابر کا نام ذکر ہوا ہے۔ ان مشہور احادیث میں حدیث غدیر،۱۶۔ حدیث ثقلین، ۱۷۔ حدیث انا مدینہ العلم ،۱۸۔ حدیث منزلت، ۱۹۔ حدیث رد الشمس، ۲۰۔ اور حدیث سد الابواب ۲۱۔ شامل ہیں۔

اسی طرح جابر ان احادیث کے بھی راوی ہیں جن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد بارہ ائمہ کے اسمائے گرامی بیان فرمائے ہیں ۲۲۔ اور حضرت مہدی (عج) کی خصوصیات متعارف کرائی ہیں۔ ۲۳۔ حدیث لوح ان

مشہور احادیث میں سے ہے جو جابر نے نقل کی ہے اور ان میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین ائمۂ اثنا عشر کے اسمائے گرامی بیان ہوئے ہیں۔ ۲۴۔

شیخ طوسی نے جابر کو امام حسین علیہ السلام کے اصحاب کے طور پر ذکر کیا ہے۔ ۲۵۔ واقعۂ کربلا اور شہادت امام حسین علیہ السلام کے وقت جابر بن عبداللہ انصاری مدینے کے معمر بزرگوں میں شمار ہوتے تھے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت کے لئے فکرمند تھے۔ امام حسین علیہ السلام نے عاشورا کے روز میدان کربلا میں عبید اللہ بن زیاد کی جانب سے بھیجے گئے لشکر سے خطاب کرتے ہوئے جابر بن عبداللہ کا نام اپنے مدعا کے گواہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ ۲۶۔ عاشورہ کے دن جب امام نے دشمن سے مخاطب ہو کر خطبہ دیا تو آپ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا میں رسول اللہ کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں نہیں فرمایا: یہ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں؟ اگر تمہیں لگتا ہے کہ یہ سب باتیں صحیح نہیں تو کچھ اصحاب ہیں ان سے پوچھو جیسے جابر بن عبد اللہ انصاری اور ابو سعید خدری وغیرہ ۔۔۔۲۷۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر سننے کے کچھ دن بعد ہی جابر بن عبد اللہ انصاری نے کربلا کا سفر شروع کیا۔ یزید اور ابن زیاد جیسے ظالم اور سفاک افراد نے بھی اسے اس سفر سے نہیں روکا۔ جابر کے ساتھ اس سفر میں اس کا شاگرد عطیہ عوفی بھی تھا۔ شیخ طوسی نے جابر کو امام حسین علیہ السلام کا پہلا زائر قرار دیا ہے جو ۲۰ صفر ۶۱ ہجری کو کربلا میں وارد ہوئے۔ ۲۸۔

طبری اپنی سند کے ساتھ عطیہ عوفی سے نقل کرتا ہے کہ عطیہ عوفی نے کہا کہ: عن عطيّة العوفي: خَرَجتُ مَعَ جابِرِ بنِ عَبدِ اللّه ِ الأَنصارِيِّ زائِرَينِ قَبرَ الحُسَينِ بنِ عَلِيِّ بنِ أبی طالِبٍ علیه السلام، فَلَمّا وَرَدنا كَربَلاءَ دَنا جابِرٌ مِن شاطِئِ الفُراتِ فَاغتَسَلَ، ثُمَّ اتَّزَرَ بِإِزارٍ وَارتَدى بِآخَر، ثُمَّ فَتَحَ صُرَّةً فيها سُعدٌ فَنَثَرَها عَلى بَدَنِه، ثُمَّ لَم يَخطُ خُطوَةً إلّا ذَكَرَ اللّه ِ تَعالى۔

حَتّی إذا دَنا مِنَ القَبرِ قال: ألمِسنیهِ فَألمَستُهُ فَخَرَّ عَلَی القَبرِ مَغشِیّا عَلَیهِ فرَشَشتُ عَلَیهِ شَیئا مِنَ الماءِ فَلَمّا أفاقَ قال: یا حُسَینُ ثَلاثا ثُمَّ قال: حَبیبٌ لا یُجیبُ حَبیبَهُ۔ ثُمَّ قال: وأنّی لَکَ بِالجَوابِ وقَد شُحِطَت أوداجُکَ عَلی أثباجِک، وفُرّقَ بَینَ بَدَنِکَ ورَأسِک، فَأَشهَدُ أنَّکَ ابنُ خاتَمِ النَّبِیّین وَابنُ سَیِّدِ المُؤمِنین وَابنُ حَلیفِ التَّقوی وسَلیلِ الهُدی وخامِسُ أصحابِ الکِساءِ وَابنُ سَیّدِ النُّقَباءِ وَابنُ فاطِمَةَ سَیِّدَةِ النِّساءِ وما لَکَ لا تَکونُ هکَذا وقَد غَذَّتکَ کَفُّ سَیِّدِ المُرسَلین ورُبّیتَ فی حِجرِ المُتَّقین ورُضِعتَ مِن ثَدیِ الإیمانِ وفُطِمتَ بِالإِسلام فَطِبتَ حَیّا وطِبتَ مَیّتا غَیرَ أنَّ قُلوبَ المُؤمِنینَ غَیرُ طَیِّبَةٍ لِفِراقِک ولا شاکَّةٍ فِی الخِیَرَةِ لَکَ فَعَلَیکَ سَلامُ اللّه و رِضوانُهُ وأشهَدُ أنَّکَ مَضَیتَ عَلی ما مَضی عَلَیهِ أخوکَ یَحیَی بنُ زَکَرِیّا۔

میں جابر بن عبد اللہ انصاری کے ساتھ حسین بن علی علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرنے کے لئے کوفہ سے نکلے۔ جب ہم کربلا پہنچے تو جابر فرات کے ساحل کے قریب گیا اور غسل انجام دیا اور محرم افراد کی طرح ایک چادر پہنا، پھر ایک تھیلی سے خوشبو نکالا اور اپنے آپ کو اس خوشبو سے معطر کیا اور ذکر الہی کے ساتھ قدم اٹھانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ حسین ابن علی کے مرقد کے قریب پہنچا۔

جب ہم نزدیک پہنچے تو جابر نے کہا: میرا ہاتھ قبر حسین پر رکھو۔ میں نے جابر کے ہاتھوں کو قبر حسین پر رکھا۔ اس نے قبر حسین ابن علی کو سینے سے لگایا اور بے ہوش ہو گیا۔ جب میں نے اس کے اوپر پر پانی ڈالا تو وہ ہوش میں آیا۔ اس نے تین مرتبہ یا حسین کہہ کر آواز بلند کیا اور کہا:

(حبیب لایجیب حبیبہ) کیا دوست دوست کو جواب نہیں دیتا؟ پھر جابر خود جواب دیتا ہے آپ کس طرح جواب دو گے کہ آپ کے مقدس کو جسم سے جدا کیا گیا ہے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ پیغمبر خاتم اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب اور فاطمہ زہرا کے فرزند ہیں اور آپ اس طرح کیوں نہ ہو، کیونکہ خدا کے رسول نے اپنے دست مبارک سے آپ کو غذا دیا ہے اور نیک لوگوں نے آپ کی پرورش اور تربیت کی ہے۔ آپ نے ایک پاک اور بہترین زندگی اور بہترین موت حاصل کی ہے اگرچہ مومنین آپ کی شہادت سے محزون ہیں سے نالاں ہیں۔ خدا کی رضایت اور

سلام شامل حال ہو اے فرزند رسول خدا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو ایسی شہادت نصیب ہوئی جیسے یحییٰ بن زکریا کو نصیب ہوا تھا۔

ثُمَّ جالَ بِبَصَرِهِ حَولَ القَبرِ وقال: السَّلامُ عَلَيكُم أَيَّتُهَا الأَرواحُ الَّتى حَلَّت بِفِناءِ الحُسَينِ وأناخَت بِرَحلِهِ وأشهَدُ أَنَّكُم أقَمتُمُ الصَّلاةَ وآتَيتُمُ الزَّكاةَ ، وأمَرتُم بِالمَعروفِ ونَهَيتُم عَنِ المُنكَرِ وجاهَدتُمُ المُلحِدين وعَبَدتُمُ اللّه ـ حَتّى أتاكُمُ اليَقينُ۔ وَالَّذى بَعَثَ مُحَمَّدا بِالحَقِّ نَبِيّا لَقَد شارَكنا كُم فيما دَخَلتُم فيهِ۔ قالَ عَطِيَّةُ: فَقُلتُ لَهُ: يا جابِرُ ! كَيفَ ولَم نَهبِط وادِيا ولَم نَعلُ جَبَلاً ولَم نَضرِب بِسَيفٍ وَ القَومُ قَد فُرِّقَ بَينَ رُؤوسِهِم وأبدانِهِم، وأُوتِمَت أولادُهُم و أرمَلَت أزواجُهُم ؟! فَقال: يا عَطِيَّةُ ! سَمِعتُ حَبيبى رَسولَ اللّه ـ صلى الله عليه و آله يَقولُ: مَن أحَبَّ قَوما حُشِرَ مَعَهُم و مَن أحَبَّ عَمَلَ قَومٍ اُشرِكَ فى عَمَلِهِم وَالَّذى بَعَثَ مُحَمَّدا بِالحَقِّ نَبِيّا إنَّ نِيَّتى ونِيَّةَ أصحابى عَلى ما مَضى عَلَيهِ الحُسَينُ عليه السلام وأصحابُهُ خُذوا بى نَحوَ أبياتِ كوفانَ

اس کے بعد جابر نے سید الشہداء علیہ السلام کے اطراف میں موجود قبروں کی طرف دیکھا اور کہا: سلام ہو آپ لوگوں پر اے پاکیزہ ہستیاں کہ آپ لوگوں نے حسین ابن علی علیہ السلام کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ لوگوں نے نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کیا اور ملحدوں کے ساتھ جہاد کیا اور خدا کی اتنی عبادت کی کہ یقین کے مرحلہ تک پہنچ گئے ہو۔ قسم اس ذات کی جس نے حضرت محمد مصطفیٰ کو نبوت اور رسالت پر مبعوث کیا ہم بھی آپ لوگوں کے اس عمل میں شریک ہیں۔

عطیہ کہتے ہیں: میں نے جابر سے پوچھا: ہم کس طرح ان کے ساتھ ثواب میں شریک ہو سکتے ہیں جب کہ ہم نہ کوئی بھی کام انجام نہیں دیا ہے۔نہ ہم نے تلوار ہاتھوں میں لیا ہے نہ ہم نے کسی سے جنگ کی ہے لیکن ان لوگوں کے سروں کو ان کے جسموں سے جدا کیا گیا ہے۔ان کے بچے یتیم ہو گئے ہیں اوران کی شریک حیات بیوہ ہو گئی ہیں ؟جابر نے مجھے جواب دیا اے عطیہ ! میں نے اپنے محبوب رسول خدا سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر کوئی کسی گروہ کو چاہتا ہے تو وہ اس گروہ کے ساتھ محشور ہوں گے ، اور جو بھی کسی گروہ کے عمل سے راضی ہو تو وہ بھی اس گروہ

کے اعمال میں شریک ہیں۔ اس ہستی کی قسم جس نے محمد مصطفیٰ کو مبعوث کیا ہے کہ میرا اور دوسرے چاہنے والوں کو ارادہ بھی وہی ہے جو امام حسین علیہ السلام اور ان کے باوفا اصحاب کا تھا۔ پھر اس کے بعد جابر نے کہا: میرا ہاتھ پکڑو اور مجھے کوفہ کی طرف لے چلو۔

فَلَمّا صِرنا فی بَعضِ الطَّریقِ قالَ: یا عَطِیَّةُ ! هَل اُوصیکَ وما أظُنُّ أنَّنی بَعدَ هذِهِ السَّفَرَةِ مُلاقیک؟ أحبِب مُحِبَّ آلِ مُحَمَّدٍ صلی الله علیه و آله ما أحَبَّهُم وأبغِض مُبغِضَ آلِ مُحَمَّدٍ ما أبغَضَهُم وإن كانَ صَوّاما قَوّاما، وَارفُق بِمُحِبِّ مُحَمَّدٍ وآلِ مُحَمَّدٍ ، فَإِنَّهُ إن تَزِلَّ لَهُ قَدَمٌ بِكَثرَةِ ذُنوبِهِ ثَبَتَت لَهُ اُخری بِمَحَبَّتِهِم ، فَإِنَّ مُحِبَّهُم یَعودُ إلَی الجَنَّةِ ، ومُبغِضَهُم یَعودُ إلَی النّارِ۔

جابر کوفہ کی طرف جاتے ہوئے کہتا ہے: اے عطیہ ! کیا تم چاہتے ہو کہ میں تجھے وصیت کروں؟ کیونکہ مجھے نہیں لگتا کہ اس سفر کے بعد میں تم سے دوبارہ ملوں۔ اے عطیہ ! آل محمد کے چاہنے والوں سے محبت کرو جب تک کہ وہ آل محمد سے محبت اور دوستی کرتے ہیں۔ آل محمد کے دشمنوں سے عداوت کرو جب تک کہ وہ آل محمد سے دشمنی کرتے ہیں گرچہ وہ دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو شب بیداری میں ہی کیوں نہ گزارتا ہو۔ آل محمد کے چاہنے والوں کے ساتھ رواداری اور نرمی سے پیش آجاو کیونکہ اگر ان کے پاؤں گناہوں کی بوجھ کو برداشت نہ کرسکے تو ان کا دوسرا پاؤں آل محمد کی محبت کی وجہ سے مضبوط اور ثابت قدم رہے گا۔ بے شک آل محمد کے چاہنے والے جنت میں جائیں گے جبکہ ان کے دشمن جہنم میں چلے جائیں گے۔ ۲۹۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کے آغاز پر آپ کے اصحاب کی تعداد بہت کم تھی اور جابر ان ہی انگشت شمار اصحاب میں شامل تھے۔ وہ اپنے بڑھاپے کی وجہ سے حجاج بن یوسف ثقفی کے تعاقب سے محفوظ تھے۔ ۳۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابر بن عبداللہ انصاری سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: اے جابر: تم اس قدر عمر پاؤگے کہ میری ذریت میں سے ایک فرزند کا دیدار کروگے جو میرے ہم نام ہوں گے۔ وہ علم کا چیر نے پھاڑنے والا ہے یبقر العلم بقراً؛ علم کی تشریح کرتا ہے جیساکہ تشریح و تجزیہ کا حق ہے۔ پس میرا اسلام انہیں پہنچادو۔ ۳۱۔ جابر کو اس

فرزند کی تلاش تھی حتی کہ مسجد مدینہ میں پکار پکار کر کہتے تھے یا باقَر العلم اور آخر کار ایک دن امام محمد بن علی علیہ السلام کو تلاش کیا ان کا بوسہ لیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام انہیں پہنچایا۔

جابر عمر کے آخری سالوں میں ایک سال تک مکہ میں بیت اللہ کی مجاورت میں مقیم رہے۔ اس دوران عطاء بن ابی رَباح اور عمرو بن دینار سمیت تابعین کے بعض بزرگوں نے ان سے دیدار کیا۔ جابر عمر کے آخری برسوں میں نابینا ہوئے اور مدینہ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔۳۲۔ مِزّی نے جابر کے سال وفات کے بارے میں بعض روایات نقل کی ہیں جن میں جابر کے سال وفات کے حوالے سے اختلاف سنہ 68 تا سنہ 79 ہجری تک ہے۔۳۳۔ بعض مؤرخین اور محدثین سے منقولہ روایت کے مطابق جابر بن عبداللہ انصاری نے سنہ 78 ہجری میں 94 سال کی عمر میں وفات پائی اور والی مدینہ ابان بن عثمان نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔۳۴۔

حوالہ جات:

۱۔ابن کثیر دمشقی، جامع المسانید، ج24، ص359.

۲۔ بلاذری، انساب الاشراف، ج1، ص286؛ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، ج11، ص208، 211۔

۳۔ حسین واثقی، جابر بن عبداللہ انصاری، ص 63 - 50۔

۴۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج13، ص229؛ابن شہرآشوب، المناقب، ج 2، ص 7؛ مسعودی، التنبیہ والاشراف، ص198۔

۵۔ شیخ صدوق، الامالی، ص 47 وعلل الشرایع، ص 142؛ بحارالانوار، ج38، ص 6 - 7۔

۶۔ علی احمدی میانجی، مواقف الشیعہ، ج3، ص 281۔

۷۔ابن شعبہ حرانی، تحف العقول، ص 186 - 188؛ بحارالانوار، ج 70، ص 100 - 101۔

۸۔ابن عبدالبرّ، الاستیعاب، ج 1، ص 220؛ابن اثیر جزری، اِسدالغابہ، ج 1، ص 308. شیخ صدوق، من لایحضرہ الفقیہ، ج 1، ص 2323؛ شیخ طوسی، تہذیب الأحکام، ج 3، ص264؛ بحارالانوار، ج 33، ص 439۔

۹۔ نصر بن مزاحم منقری، وقعۃ صفین، ص 217۔

۱۰۔ تاریخ یعقوبی، ج 2، ص 197 - 198؛ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج 2، ص 10؛ ثقفی، الغارات، ج 2، ص 606۔

۱۱۔ سورہ نساء (4) 176۔

۱۲۔ طبری، جامع طبری؛ و محمد بن طوسی، التبیان فی التفسیر القرآن۔

۱۳۔ابن عساکر، تاریخ مدینہ دمشق، ج 11، ص208-209؛ مزّی، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج 4، ص 444۔

۱۴۔ خطیب بغدادی، الرّحلۃ فی طلب الحدیث، 1395، 1395، ص109- 118۔

۱۵۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج 3، ص 191۔

۱۶۔ عبدالحسین امینی، الغدیر فی الکتاب والسنۃ والادب، ج 1، ص 57-60۔

۱۷۔ صفار قمی، بصائر الدرجات فی فضائل آل محمد «ص »، ص414۔

۱۸۔ابن ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ج2، ص34۔

۱۹۔ابن بابویہ، معانی الاخبار، 1361ش، ص74۔

۲۰۔ مفید، الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، ج1، ص345-346۔

۲۱۔ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ج2، ص189-190۔

۲۲۔ابن بابویہ، کمال الدین و تمام النعمہ، 1363ش، ج1، ص258-259؛ ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ج1، ص282۔

۲۳۔ابن بابویہ، کمال الدین و تمام النعمۃ، 1363ش، ج1، ص253،286،288۔

۲۴۔ رجال طوسی، ص72۔

۲۵۔ محمد بن یعقوب کلینی، الاصول من الکافی، ج1، ص527 - 528؛ ابن بابویہ، کمال الدین و تمام النعمہ، 1363ش، ج1، ص308-313۔ مفید، الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، ج2، ص97۔

۲۶۔ ارشاد مفید، ص234 و بحارالانوار، ج45، ص6۔

۲۷۔ شیخ طوسی، مصباح المتہجد، ص730 و بحارالانوار، ج95، ص195۔

۲۸۔ عمادالدین قاسم طبری آملی، بشارۃالمصطفیٰ، ص125، حدیث 72؛ بحارالانوار، ج68، ص130، ح62.

۲۹۔ محمد بن ابوالقاسم عمادالدین طبری، بشارۃالمصطفیٰ لشیعۃالمرتضی، ص74- 75۔

۳۰۔ کشی، اختیار معرفۃالرجال، ص123-124۔ کلینی، الاصول من الکافی، ج1، ص304،450-469۔

۳۱۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج3، ص191-192۔

۳۲۔مزی، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، ج4، ص453-545۔

۳۳۔قتیبہ، المعارف، ص307۔

۳۴۔ابن عساکر، علی بن حسن، مدینۃالدمشق، ج11، ص237۔

✍ : *محمد لطیف مطہری کچوروی قم المقدسہ *

اربعین واک (مشی) تاریخ کے آئینے میں

محمد صغیر نصر۔۔۔ قم المقدس ایران

marisagheer@gmail.com

پیامبر اکرم ص کا ارشاد ہے کہ بے شک شہادت امام حسین علیہ السلام کے پرتو میں مومنین کے دلوں میں ایک ایسی حرارت ہے جو کبھی سرد نہیں ہو گی ۔ بعض روایات کے مطابق اسیران شام کے دل دریدہ قافلے کی روز اربعین، کربلا آمد اور سر اقدس امام مظلوم ع کا روز اربعین اپنے جسد مبارک کے ساتھ ملحق ہونا تاریخی اسناد سے ثابت ہے۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کو امام حسینؑ کے پہلے زائر کے طور پر جانا جاتا ہے۔

انہوں نے روز اربعین یعنی چہلم کے دن قتیل عشق و حریت کے میناروں کی مزاروں پر پہنچ کر دلبستگان امام ع کی فہرست میں اپنا نام لکھوایا، مزید برآں شہادت شاہِ دین کے بعد اس خون ناحق یا باالفاظ دیگر خون خدا کی تاثیر نے انسانیت کی تھوڑی سی بھی رمق رکھنے والوں کو توبہ اور اتصال با حق کی نیت سے اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا اور یہ تاثیر اربعین کے ایام میں دو سے چند ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ کتاب اربعین کے مصنف قاضی طباطبائی نے دعویٰ کیا ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے ادوار میں ہی اربعین واک کا انعقاد شروع ہو چکا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ بنوامیہ اور بنو عباس کی سفاکیاں بھی عشق اربعین حسینی کے انعقاد میں رکاوٹ بننے میں ناکام رہیں حتی کہ تاریخ میں کئی بار ظالم بادشاہوں نے ضریح مبارک امام ع کو منہدم کر کے لوگوں کے دلوں سے حرارت حسینی نکالنے کی بھرپور کوشش کی لیکن بری طرح ناکام رہے بلکہ نتیجے میں عشق حسینی کی حرارت مزید بڑھتی چلی گئی۔

اربعین واک (مشی) تاریخ کے نشیب و فراز سے گزرتی ہوئی مشہور ڈکٹیٹر صدام لعین کے سامنے سینہ تان کر کھڑی ہو گئی صدام نے اس واک کو روکنے کے لیے کئی ہتھکنڈے اپنائے لیکن ناکام رہا۔ مکتب عاشورا کے پروردہ متوالوں نے اپنے اعضاء کٹوا کر بھی اس پیادہ روی (مشی) کی عاشقانہ سنت کو قائم رکھا۔ ایک مرتبہ صدام ملعون کی طرف

سے اربعین واک پر سخت پابندی تھی لیکن نجف اشرف کے علماء اور عوام نے ان سخت حالات میں بھی اپنی ذمہ داری ادا کی اور گولیوں کی بوچھاڑ میں کئی علماء وزائرین شہید وزخمی ہوئے۔

اسی دوران علامہ سید باقرالحکیم کو عمر قید اور علامہ عابد عسکری و سید حسین فضل اللہ، صدام کے چنگل سے بچ کر بیرون ملک نکلنے میں ہو گئے جنہیں غائبانہ سزائے موت سنائی گئی ۔یہ سب ہوتا رہا لیکن اربعین واک کو کوئی نہ روک سکا بلکہ روکنے والے دو ظالم امریکہ اور صدام آپس میں ٹکرا کر واصل جہنم ہو گئے اور مشی آج بھی جاری ہے۔

کرونا پابندیوں سے پہلے اس اربعین واک میں دنیا بھر سے عاشقان حسین ع کی جانانہ شرکت تین کروڑ سے زائد تک جا پہنچی تھی اور آج یہ اربعین واک شہر شہر اور قریہ قریہ پھیل چکی ہے۔درحقیقت یہ خون پاک سید الشہدا کی تاثیر ہے کہ جو اربعین جیسے خاص ایام آتے ہی پاک طینت افراد کو بے چین کرکے گلی کوچوں میں دھکیل دیتی ہے۔

آج اس دور میں اربعین واک دنیا کے سب سے بڑے اجتماع میں تبدیل ہو چکی ہے جسے مقام معظم رہبری نے تمدن اسلامی کی طرف ایک قدم قرار دیا ہے۔ یہ پیادہ روی درحقیقت اسلام و تشیع کی وہ طاقت ہے جس میں انسانیت کا شفاف چہرہ نکھر کر سامنے آتا ہے نیز یہی الہی رنگ ہے جسکا قرآن نے تذکرہ کیا ہے اور جو انسانی ہمدردیوں اور ایثار جیسی اعلی اقدار سے لبریز ہے۔اسی مشی اربعین کے تربیت یافتہ جوانوں نے داعش اور امریکہ کو شکست دے کر حرم حضرت زینبؑ اور کروڑوں بے گناہ مظلوموں کی جان کی حفاظت کی ہے اور انشاء اللہ حرارت حسینی سے لبریز یہ تحریک اپنا علم امام عصرعج کے ہاتھ میں تھما کر سرخرو ہو گی۔

چہلم امام حسینؑ کے آداب

سید افتخار حسین کشمیری۔۔۔ قم المقدس ایران

syediftikhar5121472@gmail.com

ہر کام کے انجام دینے کے لیے کچھ خاص آداب ہوتے ہیں۔ انہی آداب کی وجہ سے اس کام کا ظاہری اور باطنی ڈھانچہ برقرار رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ پاک نے بھی ہر عبادت کو ادا کرنے کے لیے اس عبادت کے کچھ خاص آداب بیان فرمائے ہیں۔ اگر ہم ہر عبادت کو ادا کرنے کے لیے اس کے مخصوص آداب کا خیال نہ رکھیں تو وہ عبادت اپنا ظاہری اور باطنی اثر کھو دیتی ہے۔ بہت سی عبادتوں میں سے ایک عبادت اربعین بھی ہے اور اربعین کے انجام دینے کے لیے بھی کچھ خاص آداب ہیں اس تحریر میں ہم مختصرا کچھ ضروری آداب کو آپ قائرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اربعین کے آداب کو ہم دو حصوں میں پیش کرتے ہیں ایک ان افراد کے لیے جو اربعین کے دنوں میں کربلا میں موجود ہوتے ہیں اور دوسرے ان کے لیے جو کسی بھی مشکل کی وجہ سے کربلا نہیں جا سکتے اور اپنے اپنے علاقوں میں موجود ہوتے ہیں۔

الف) :۔ اربعین کے دنوں میں کربلا میں موجود افراد کے لیے آداب۔ زائر امام حسین علیہ السلام کو اس دن حرم امام حسین علیہ السلام پر موجود ہونا چاہیے۔ اور وہاں پہنچنے کے لیے اسے اسے پیدل سفر کرنا چاہیے پیدل چلنے کے اپنے کچھ آداب ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں 1۔ باوضو ہونا 2۔ راستے میں چلتے ہوئے اپنی توجہ کو امام حسین علیہ السلام پر مرکوز رکھنا۔ 3۔ سادہ غذاؤں کا استعمال کرنا۔ 4۔ راستے میں چلتے ہوئے دوسرے افراد کی خدمت کرنا۔ 5۔ میزبانوں کے ساتھ تعاون کرنا 6۔ دوسروں احترام کرنا۔ حرم میں پہنچنے سے پہلے کچھ کام انجام دینے چاہیے جیسے۔

1۔ غسل زیارت اور دعا

اگر امکان ہو تو نہر فرات میں غسل انجام دے اور ساتھ دعا پڑھے۔

2۔ پاک و پاکیزہ لباس پہنے۔

3۔ ضریح کے پاس پہنچے اور امکان کی صورت میں ضریح کو چومے۔

اور اس کے بعد یہ اعمال انجام دینا

1۔ زیارت اربعین

اربعین کے دن امام حسین علیہ السلام کے حرم میں خود زیارت اربعین پڑھنا کیونکہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے نہیں مومن کی پانچ نشانیوں میں سے ایک نشانی زیارت اربعین بیان فرمائی ہے۔

2۔ وداع زیارت اربعین

اربعین کی زیارت اور وداع زیارت کی کتابوں می موجود ہے۔

ب۔ اربعین کے دنوں میں جو افراد اپنے اپنے علاقوں میں موجود ہوتے ہیں اور کسی بھی مشکل کی وجہ سے کربلا نہیں پہنچ سکتے۔ انھیں چاہیے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں اس شعائر حسینی جو در حقیقت شعائراللہ ہے کا باقاعدہ آداب کے ساتھ اس کا اہتمام کریں، جیسے

1۔ دور سے زیارت اربعین کو پڑھنا اور دعا کرنا

2۔ پیادہ روی کا اہتمام کرنا

3۔ مجالس میں بھرپور شرکت کرنا

4۔ جلوس عزاداری کا اہتمام کرنا

5۔ پانی کی سبیلیں لگانا

6۔ نذر اور نیاز کا اہتمام کرنا

7۔اربعین حسینی کے حقیقی مقاصد کو لوگوں پہچانے کی کوشس کرنا

8۔ہر علاقے میں اس علاقے کی روایتی عزاداری کو برپا کرنا

9۔ نذر و نیاز میں سادگی کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ کہیں ایسانہ ہو ہم اربعین حسینی کے حقیقی مقاصد کو بھلا کر اس شعائر حسینی کو طرح طرح کے کھانے اور نمود نمایش میں بدل جائے اور پھر اربعین حسینی عبادت کے بجائے صرف ایک تہوار بنادیا جائے۔

ان سارے کاموں کو ضرورت کے کے تحت وقت دیا جائے اور ہمارے کاموں میں افراط و تفریط نہ ہو کہیں ایسانہ ہو ہم کہ ایک کام کو انجام دیں اور باقی رہ جاہیں۔ ان سب کاموں کو برابر اہمیت دی جائے اور خصوصا ہم اپنی روایتی عزاداری کو کسی صورت میں نہ چھوڑیں۔

یہ درس کربلا کا ہے

نذر حافی۔۔۔ قم المقدس ایران

nazarhaffi@gmail.com

اس وقت چہلم امام حسینؑ پر ساری دنیا کی توجہ مرکوز ہے۔ دنیا کی ہر قوم اور دین کے پاس کچھ مخصوص عقائد، ایام، آداب و رسوم، عبادات و مناجات، ہیروز، رول ماڈلز اور یادگار تاریخی واقعات ہوتے ہیں، جو کہ اس قوم یا دین کے تمدن کو تشکیل دیتے ہیں۔ جیسے یہودیوں کے ہاں اُن کے اپنے عقائد، نحس و بد ایام، رسوم و رواج اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ایک ناقابلِ فراموش ہیرو ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کے پاس اُن کے اپنے افکار و نظریات اور عقائد، مبارک و نحس دن، خوش بختی و بد بختی کے قصے، تاریخی واقعات اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطورِ ہیرو، آئیڈیل اور نمونہ عمل ہیں۔ پاکستان میں بھی ہیرو پرست راجپوتوں کی ایک انوکھی شاخ پائی جاتی ہے۔ اس شاخ کا نام ریباری ہے۔ ہمارے ہاں یہ ریباری قبیلہ صحرائے تھر میں پایا جاتا ہے، جبکہ ہندوستانی گجرات، راجستھان، ننگر پارکر، بدین اور عمر کوٹ میں بھی اس قبیلے کے لوگ پائے موجود ہیں۔

آج سے سات سو سال پہلے یعنی سن 1300 عیسوی میں بادشاہ علاء الدین خلجی، راجستھان میں مقیم اس قبیلے کی ایک لڑکی پر عاشق ہوگیا۔ اس کی حرکات سے قبیلے والوں کو اپنی عزت و ناموس کا کھٹکا لگ گیا۔ وہ راجستھان سے بھاگ کر سندھ کے رن کچھ اور ننگر پارکر کی طرف چلے گئے، وہاں اس وقت سومرو خاندان کے سردار دودو سومرو کی حکومت تھی۔ اس نے ان مفرورین کو اپنے ہاں پناہ دے دی۔ دوسری طرف مخبروں کی اطلاع کے مطابق علاء الدین نے دودو سومرو سے استفسار کیا۔ ساتھ ہی دودو سومرو سے اس کی بہن باگھل بائی کا رشتہ بھی مانگا۔ دودو سومرو کے صاف انکار نے علاء الدین خلجی کو مشتعل کر دیا۔ وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ دودو سومرو پر حملہ آور ہوا اور اس نے دودو سومرو کو تہہ تیغ کر دیا۔ وہ دن اور آج کا دن، ریباری قبیلہ اپنے اس محسن اور عظیم شخص کی یاد میں سوگوار ہے۔ اس قبیلے کی خواتین گذشتہ سات سو سال سے سیاہ لباس پہنتی ہیں۔ 1970ء میں ننگر پارکر، میرپور خاص اور بدین کے

راجپوتوں اور سومرو قبیلے کے بزرگوں نے وہاں کی ریباری برادری کا سوگ ختم کرایا ہے، لیکن دیگر مناطق میں یہ سوگ ابھی تک جاری ہے۔ جاری سوگ کا یہ عالم ہے کہ وہاں دلہن کے اوپر بھی سیاہ چادر ڈالی جاتی ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی کا کوئی عزیز یا رشتے دار فوت ہو جائے تو اس کا سوگ چند دن ہی ہوتا ہے، لیکن اگر کسی قوم کا رول ماڈل یا ہیرو ظلم و بربریت کا شکار ہو جائے تو وہ قوم نسل در نسل رنج و غم اور دکھ و سوگ میں مبتلا رہتی ہے۔ کسی بھی قوم کا وجدان، ضمیر اور باطن جتنا زندہ ہوتا ہے، وہ اپنے محسن، رول ماڈل اور ہیرو کو اتنا ہی یاد کرتی ہے اور اپنے ہیرو اور رول ماڈل کے قاتلوں سے اتنی ہی نفرت کرتی ہے۔

دینِ اسلام کا اپنا ایک خاص اور جداگانہ تمدن ہے۔ اس تمدن کا محور توحید ہے۔ سید الشہداء اور ان کے ساتھیوں کے طرزِ عمل میں خدا کی برتری اور توحید کا نمایاں اظہار موجود ہے۔ انہوں نے ثابت کیا کہ اگر خدا کی رضا اور غیر خدا کی خوشنودی میں سے ایک کو انتخاب کرنا پڑے تو صرف خدائے واحد کی رضا کو اختیار کریں۔ یہ دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے امام حسینؑ کا اٹل فیصلہ ہے۔

توحید کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسلمان صرف ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں بلکہ اسلامی تمدن کے توحید محور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی عبادات و مادیات، جینا و مرنا، شادی و پریشانی، خوشی و غم، دوستی دشمنی، جنگ و صلح، دشمن پروری و رشتے داری، آداب و رسوم سمیت ہر فعل اور ہر شعبہ خدائے وحدہ لاشریک کی ذات کے گرد چکر کاٹے۔ پرچمِ توحید کے علمبردار ہونے کے ناطے اسلامی تمدّن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایک رول ماڈل، ہیرو اور نمونہ عمل کی حیثیت حاصل ہے۔ مسلمانوں کے ہاں آپ کو محسنِ اسلام کا درجہ حاصل ہے۔ چونکہ اگر اکسٹھ ہجری میں آپ اپنے آپ کو خدائے وحدہ لاشریک کی توحید اور یکتائی پر قربان نہ کرتے تو اسلامی تمدن کا شیرازہ بکھر جاتا۔ چنانچہ سارے عالمِ اسلام میں حضرت امام حسینؑ سے منسوب ایام کو اور خصوصاً چہلمِ امام حسینؑ کو انتہائی عقیدت و احترام اور دینی جوش و جذبے کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

مسلمانوں کے ہاں آپ کی شہادت اور چہلم کی محافل و مجالس اور جلسے، جلوسوں میں اسلامی تہذیب یعنی امر بالمعروف و نہی از منکر پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔اسی طرح ان محافل و مجالس اور جلوسوں میں نسل در نسل منتقل ہونے والی اسلامی ثقافت کی جھلک بھی نمایاں ہوتی ہے۔ روزِ عاشور اور چہلمِ امام کے موقع پر اسلامی تہذیب و ثقافت کے ساتھ ساتھ اسلامی تمدن میں بھی ایثار و فداکاری، حق گوئی و بیباکی، اصول پرستی و جرات کی ایک نئی لہر دوڑ جاتی ہے۔ان ایّام میں مسلمانوں میں موجود تمام معنوی و مادی و ملکوتی و روحانی اقدار اور صلاحیتیں اپنا رنگ دکھانے لگتی ہیں۔ چنانچہ وعظ و نصیحت، ماتم و نوحے کے علاوہ مریضوں کیلئے خون کے عطیات، سبیل و لنگر کے وسیع انتظامات، فری میڈیکل کیمپس اور امدادِ باہمی جیسی ان گنت فلاحی و رفاہی خدمات بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔

چہلمِ امام حسینؑ ہمیں یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ سیاست اور معاشرے کی روح معنویت ہے۔ خانہ کعبہ میں جب موت آپ کے سر پر کھڑی تھی، پھر بھی آپ نے لوگوں کی اصلاح کو نظرانداز نہیں کیا۔اُس عالم میں بھی آپ نے لوگوں کی ہدایت کی اور روحانیت و معنویت سے بھرپور ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ سیاسی و سماجی میدان اور جہاد میں خدا کی طرف توجہ اور اس کی یاد بہت ضروری ہے۔ معنویات کو نظرانداز کرنا اسلام اور مسلمان کی حقیقی موت ہے۔ چنانچہ تاریخ میں یہ ذکر ہے کہ عاشورہ کی رات بھی خیام حسینیؑ میں عبادتِ خدا اور تلاوت قرآن جاری رہی۔جب دشمن نے شبِ عاشور کی شام کو جنگ کرنا چاہی تو امام حسین (ع) نے قمر بنی ہاشم سے کہا کہ خدا جانتا ہے کہ میں نماز پڑھنے، قرآن کی تلاوت کرنے اور خدا سے مناجات و دعا کرنے کو بہت پسند کرتا ہوں۔ امامؑ کا یہ کام اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسان کو ہر حال میں اپنی اصلاح و روحانیت اور معنویت کو مقدم رکھنا چاہیئے۔

چہلم امام حسینؑ ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ آپ ایک حوصلہ پرور رہبر ہیں۔آپ نے جہاں شیاطینِ وقت کے مقابلے میں انسانوں کو اٹھنے کی جرات دی، وہیں خدا کی طرف پلٹنے والے انسانوں کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے۔ تحریک کربلا کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کو کبھی بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ چاہے کوئی بڑے سے بڑا گنہگار ہو، بڑے سے بڑا ظالم ہو، نفس اور شیطان کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہو، جو بھی ہو، وہ حضرت حُرؓ کی طرح اپنے آپ کو معاف کرا سکتا ہے۔ اسی طرح امام عالی مقام نے بڑوں، چھوٹوں، خواتین اور بچوں سب کو ایک

مشترکہ ہدف پر متحد کر دیا۔آپ نے ان سب کی ایسے ہمت بلند کی کہ تیس ہزار کے لشکر نے اُن پر ہر ظلم کیا، لیکن ان میں اختلاف اور دراڑ نہیں ڈال سکا۔ جو ہمت و جرات مقتل میں عباسؑ نے دکھائی تھی، اسی کا مظاہرہ درباروں میں زینبؑ و سجادؑ نے کیا۔

چہلمِ امام حسینؑ اس بات کا اعلان ہے کہ کربلا کی جنگ ہتھیاروں کو نہیں جانتی، یہ جنگ سرحدوں اور زمینوں تک محدود نہیں ہے، یہ جنگ گھر اور باہر، بھوک اور پیاس، فتح و شکست، شیرینی و تلخی اور فراوانی و تنگدستی کو نہیں جانتی۔ یہ عقائد کی جنگ ہے، یہ ایمان کی لڑائی ہے، یہ طاقت، پیسے، دھونس، جبر اور استبداد کی غلیظ دنیا کے خلاف عقائد کی انقلابی اقدار کی جنگ ہے۔ یہ ایسی جنگ ہے، جو اسلامی عقائد کے تقدس، وقار اور بقاء کی جنگ ہے۔آپ نے عملاً یہ کر دکھایا ہے کہ خدا کی طاقت سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں۔ جو لوگ خدا کی خاطر قیام کرتے ہیں، وہ میدانِ جنگ میں حواس باختہ نہیں ہوتے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عین جنگ میں بھی امام عالی مقام اور ان کے ساتھی اپنے اعصاب پر مسلط تھے اور نظم و ضبط کے ساتھ معرکہ آرائی کرتے رہے۔

آپ کی شہادت سے یہ درس ملتا ہے کہ جو خدا پر توکل کرتا ہے، چاہے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، اُسے شکست نہیں دی جا سکتی۔آپ نے سارے زمانے کو دکھا دیا ہے کہ جو خدا کی راہ میں سر خم کر دے، اس کا سر کاٹا تو جا سکتا ہے لیکن جھکایا نہیں جا سکتا۔آپ کے خطبات و فرمودات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان کی سعادت و شقاوت ایک اختیاری امر ہے، جو چاہتا ہے وہ اپنے ارادے و اختیار کے ساتھ سعادت یا شقاوت کا راستہ اختیار کرتا ہے۔آپ کے شوقِ شہادت سے واقعتاً یہ محسوس ہوتا ہے کہ حیات بعد از موت ایک سچائی ہے اور شہادت سب سے بڑی سعادت ہے۔آپ کی شہادت سراسر ایمان کی حقانیت کو ثابت کرتی ہے۔ میدانِ کربلا سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد کوئی نسل پرستی نہیں ہے۔ جو خدا پر ایمان لایا اور اس کی راہ میں شہید ہوا، وہ عربی ہو یا عجمی، رومی ہو یا ایرانی، حبشی ہو یا قریشی، اس کے مقام و مرتبے کو کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔ جو لوگ اپنا تن من دھن سب کچھ راہِ خدا میں قربان کر دیتے ہیں، خدا اپنی بارگاہ سے ان کے نام، مشن اور قربانیوں کو زندہ رکھنے کا بندوبست کر دیتا ہے۔

چہلمِ امام حسینؑ منانے والوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اسیرانِ کربلا اور شہدائے کربلاؑ نے ظلم کے خلاف بغاوت کو دینی فریضے کے طور پر متعارف کرایا ہے۔ انہوں نے ہمیں ظالموں اور شیطانوں کے خلاف خاموش نہ رہنے کی تعلیم دی ہے اور ہمیں یہ سکھایا ہے کہ اگر ہم ظالموں کے ہاتھ کاٹنے کے قابل نہیں ہیں تو کم از کم انہیں کسی نہ کسی طرح رسوا تو کریں۔ آخر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ امام حسینؑ جیسی شخصیت اگر مسلمانوں کے علاوہ کسی اور ملت کے پاس ہوتی تو وہ ملت اس شخصیت سے استفادہ کرکے ساری دنیا کو اپنے اندر جذب کر لیتی، لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے ایسا کبھی سوچا بھی نہیں۔ آیئے اس مرتبہ چہلم امام حسینؑ کے موقع پر ہم کچھ ایسا کرنے کا سوچتے ہیں۔

(قارئین کی سہولت کیلئے اپنے ایک تفصیلی مضمون کا خلاصہ بطورِ کالم بھی پیش کر دیا ہے)

چہلم امام کی مختلف جہتیں

سید ذہین علی نجفی۔۔۔ نجف اشرف

دنیا بھر میں چہلم امام حسین علیہم السلام بھرپور انداز میں منایا جاتا ہے۔ یہ حسین منی وانا من الحسین کی عملی تفسیر ہے۔ یہ اعلان ہے کہ دین محمدی الوجود اور حسینی البقاء ہے یعنی دین کا وجود سرکار ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور اسکی بقاء حسین علیہ السلام سے۔٦١ ھ کے بعد نبی کریم ﷺ کے دین کی بقاء امام حسین علیہ السلام سے ہے اور یہی معنی ہے انا من الحسین ؑ کا۔۔

ثقافتیں مختلف ہیں تو امام مظلوم کو پرسہ دینے کے انداز بھی مختلف ہیں۔ گزشتہ چند سالوں سے عراق میں ہونے والی مشی (پیدل زیارت) کو عالمی سطح پر جو شہرت ملی وہ پہلے کبھی نہ ملی تھی۔ البتہ قاضی طباطبائی لکھتے ہیں کہ پائے پیادہ کربلا کی طرف جانے والے افراد زائرین کے قافلوں کا سلسلہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے زمانے میں رائج تھا اور حتیٰ یہ سلسلہ بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانے میں بھی جاری رہا اور تمام تر سختیوں اور خطرات کے باوجود مسلمان باقاعدگی کے ساتھ شرکت کرتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ دنیا بھر میں چہلم امام حسین علیہ صرف مجلس عزاء جلوس وماتمداری کی حد تک ہوتا ہے مگر عراق میں ان تمام امور کے ساتھ ساتھ امام حسین علیہ السلام کی خاص زیارت اور اسی طرح یکم صفر المظفر سے امام حسین علیہ السلام کی پیدل زیارت (مشی) کا خاص اہتمام شروع ہو جاتا ہے اور پھر اس سے مربوط جملہ امور خدمت زائرین وغیرہ یہ سب بھی عزاداری کا حصہ ہے۔۔

واضح رہے کہ عراق کے کسی شہر سے یا دنیا کے کسی کونے سے قبر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے ارادے سے پیدل چل کر آنا نص یعنی احادیث آئمہ سے ثابت ہے۔آپ کسی بھی کونے سے قبر امام حسین ع کی زیارت کے ارادے سے آئیں ہر قدم پر نیکی ہر قدم پر گناہ کا مٹنا اور ہر قدم پر درجات کی بلندی اور کئی مقبول حج کا ثواب روایات میں ذکر ہے۔ اسی طرح مجلس ماتم، گریہ اور عزاداریِ امام حسینؑ، ان سب پر نص ہے اور یہ مستقل عبادات ہیں مثلا اگر کوئی ہم سے یہ پوچھے کہ اربعین واک یا چہلم و عزادری کا مقصد کیا ہے؟ تو ہمارا جواب یہی ہوگا کہ جناب

عبادت کا مقصد کیا ہوتا ہے آپ بتائیں؟؟ نماز، روزہ اور حج کا مقصد کیا ہے؟؟ جواب ہوگا قرب خداوندی یا اطاعت وغیرہ بس یہی چہم اور عزاداری کا مقصد بھی ہے۔ ہمارے آئمہؑ نے اس عبادت کا حکم دیا ہے اور کر کے بھی دکھائی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی یہ سمجھے کہ عزادری کے فوائد ہیں، اس سے دشمن کو ہماری طاقت کا پتہ چلتا ہے، جلوس ، ماتم، سبلیں و دیگر خدمات سے ہم اپنا نظم وضبط دنیا کے سامنے رکھتے ہیں، یاد رکھئے یہ سب فوائد تو ہو سکتے ہیں لیکن مقصد نہیں۔ فوائد اور مقاصد دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ عزاداری کے لاکھوں فوائد ہیں لیکن مقصد صرف ایک ہے اور وہ قربِ خداوندی ہے۔

اگر ہم نے فائدے کو مقصد بنا لیا تو پھر مقصد فوت ہو جائے گا۔ اگر ہم جلوسِ عزاداری اور جلوسِ پیادہ روی دشمنوں کو دکھانے کیلئے نکالیں گے تو پھر یہ ریاکاری ہوگی۔ اب چاہے دوست کو دکھانے کے لیے ہو یا دشمن کو لہٰذا اس فرق کو سمجھنا ضروری ہے۔ چودہ سو سال یہ یہی مجلس یہ ماتم گریہ و نوحہ ایک طرف ہماری عبادت تھی اور دوسری طرف اسی کی وجہ سے ہم ہر دور کے یزیدوں کو للکارتے آئے ہیں۔ لہٰذا ہمارا مقصد دشمن کو طاقت نہیں بلکہ خدا کے نام کی سربلندی ہے۔ آگے دشمنوں پر حسینیوں کا رعب ڈالنا یہ خدا کا کام ہے ہمارا نہیں۔ ہماری ذمہ داری اطاعتِ معصومینؑ ہے۔

چہلم کے روز ہماری پیادہ روی بھی عزاداری کی مصداق ہے۔ اس لئے یہ بھی عبادت ہے اور اس عبادت کے ضمن میں اسکے فوائد بھی ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا بھر میں پیادہ روی جلوس عزاء کی تقویت و ہماری عقیدت کا اظہار ہے۔ چنانچہ اپنے گھروں سے ضرور پیادہ روی کر کے مرکزی جلوسوں کا حصہ بنیں، سبلیں لگائیں ،خدمتِ خلق کریں مگر اسکے ساتھ یہ مت بھولیں کے پیادہ روی اور سبیلیں یہ اہتمام سب کچھ در خدمت جلوس ہے۔ ہمیں ایسے انداز سے منظّم ہونا چاہیے کہ پیادہ روی بھی ہو اور جلوسِ عزا بھی ہوں ۔ ایسا نہ ہو کہ بعد ازاں یہ پیادہ روی جلوسوں سے الگ ایک روایت بن جائے۔ احتیاط راہ نجات ہے۔

ان احتیاطوں میں سے یہ بھی ہے کہ عراق کے علاوہ دنیا کے دوسرے ممالک میں پیادہ روی کے دوران وہاں کی رائج اصطلاحات کا استعمال کی جائیں۔ یاد رکھیں اپنے اپنے ملکوں میں ہماری پیادہ روی ہماری عقیدت کا اظہار ہے، اسیران کربلاء کی یاد ہے، ثواب بھی ہے مگر اس پر کوئی نص وارد نہیں ہے لیکن امام حسین کی قبر کی طرف جانے کے لیے باقاعدہ مشی کے لیے احادیث وارد ہیں ۔اس فرق کو سمجھنا ضروری ہے اسی طرح ملکی قوانین کی پاسداری اور دیگر مسالک و مکاتب کے ساتھ رواداری یہ ہمارا دینی فریضہ ہے۔ اسی کیساتھ ائمہ ع کی اہم ترین نصیحت امور کا منظّم ہونا ڈسپلن کا خیال یہ بھی مہذب قوم کی علامت ہے ۔ پیادہ روی کے دوران بروقت ماتمی جلوسوں میں شمولیت، اوّلِ وقت نماز، نوحہ خوانی، حجاب اور صفائی کا خاص خیال رکھیں۔

یہاں چند روایات جو چہلم، مولا حسین علیہ السلام کی پیدل زیارت (مشی) اور زیارت اربعین کے بارے میں ہیں قارئین کے لیے پیش خدمت ہیں۔۔

امام حسین ع کی مصیبت دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتی اور تمام مصیبتوں سے بڑی مصیبت ہے۔امام حسن علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛ تمھارے دن اور مصیبت جیسی کوئی دن اور مصیبت نہیں ہے امالی صدوق، ص ۱۱۶

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

حسین ع کی مصیبت تمام مصیبتوں سے بڑی مصیبت ہے علل الشرایع، ج ا، ص ۲۲۵

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

حسین ع کی مصیبت نے ہم اہل بیت کی آنکھوں کی پلکوں کو زخمی کیا اور ہمارے آنسوں کو جاری کیا

امالی صدوق، ص ۱۲۸

■ اس لیے اہل بیت امام حسین ع کی مصیبت کو خاص اہمیت دیتے تھے اور تمام اِئمہ ع امام مظلوم کی عزاداری برپا کرنے کا حکم دیتے تھے۔

امام حسین علیہ السلام کی مصیبت بزرگترین مصیبت ہے اس لیے اہل بیت نے امام حسین علیہ السلام کے لیے اربعین منانے کا حکم دیا ہے۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۴۹۵، باب ۶۳

امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں:

پانچ چیزیں مومن کی نشانی ہیں: ۱دن اور رات میں ۵۱ رکعات نماز پڑھنا ۲ زیارت اربعین ۳ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ۴ سجدہ میں پیشانی کو مٹی پر رکھنا ۵ نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا ۔مصباح المتہجد، ص ۷۸۷، اقبال، ص ۵۸۹

چہلم کے دن کے لیے زیارت مخصوص امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوئی ہے: بحارالانوار، ج ۹۸، ص ۳۳۱، تہذیب، ن ۶، ص ۱۱۳

اس لحاظ سے علامہ مجلسی لکھتے ہیں:

مشہور یہ ہے کہ اربعین کے دن زیارت اربعین کی تاکید کا سبب یہ ہے کہ امام سجاد ع اپنے اھل بیت کے ساتھ اس دن شام سے کربلا وارد ہوئے اور شہداء کے سروں کو انکے ابدان کے ساتھ ملحق کیا ۔زاد المعاد، ص ۴۰۲

سیرتِ سید سجاد علیہ السلام اور سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو اجاگر کرنے کے لئے اور مظلوم کربلا امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے پوری دنیا سے نکل کر لوگ جلوس عزاء میں شریک ہوتے ہیں جو کے یقینا باعث ثواب ہے اسیران کربلا کی یاد ہے خراج عقیدت ہے کربلاء کی مشی میں شامل نہ ہونے والوں کے لیے تسلی ہے۔ مگر عراق کے ہر شہر اور قریہ سے لوگ کربلا کی طرف نکل کر قبر امام حسین علیہ السلام کی طرف جا کر نص امام پر عمل کرتے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام کا فرمان ہے

جو شخص قبرِ امام حسین علیہ السلام کی طرف چل کر گیا اُسے ہر قدم کے بدلے جو وہ اٹھائے گا اور زمین پر رکھے گا ایک ایسے مقبول حج کا ثواب ملے گا جو مکمل مناسک کے ساتھ انجام دیا گیا ہو۔ (تہذیب الاحکام: 6/53)

قبل از تمام دل شکستہ مومنین جو کہ قافلہ اربعین میں شامل نہ ہو سکے ان سے کہوں گا پریشان نا ہوں یقین رکھیں کے تڑپ کی وجہ سے وہ سب بھی ایک دن زائرین کربلا کے ساتھ ہونگے میرے مولا انھیں ضرور بلائیں گے اب کی بار قدم قدم پے ہم تمام نہ آنے والوں کے لیے نائب الزیارہ ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو بھی کسی گروہ کا کوئی عمل پسند کریں، اس گروہ کے ساتھ محشور ہونگے۔ بحار الانوار ج 65 ص 130

آخر میں دعا ہے کہ پروردگار عالمین دنیا و آخرت میں ہم سب کو ناصرین امام حسین علیہ السلام میں قرار دے۔

حسینیوں کی اقسام

نذر حافی

com.nazarhaffi@gmail

کیا ہم مسلمان ہیں؟ اس حوالے سے ہمارا جواب جی ہاں بھی ہے اور جی نہیں بھی۔ اگر ہمارے ناموں، داڑھیوں، تلاوتِ قرآن مجید، مساجد، عبادات اور دینی مدارس کو دیکھا جائے تو جی ہاں ہم بالکل مسلمان ہیں۔ لیکن اگر ہماری خواہشاتِ نفس، لالچ، دوغلے پن، بے رحمی، عدمِ مساوات، ملاوٹ، کرپشن اور جھوٹ وغیرہ کو دیکھا جائے تو پھر ہم میں سے بہت کم مسلمان رہ جائیں گے۔ اپنی آبادی کے اعتبار مسلمان دنیا کی دوسری بڑی ملت ہیں لیکن دینِ اسلام کی معرفت اور عمل کے اعتبار سے ان کی آبادی بہت کم ہے۔ اس سے بھی زیادہ تعجب آور بات یہ ہے کہ دنیا بھر کے اکثر مسلمان اُس دین کی تبلیغ کرتے ہیں، جو خود اِن کے پاس بھی نہیں۔ دینِ اسلام کیلئے اس سے زیادہ ضرر رساں چیز اور کیا ہوگی کہ اس دین کی تبلیغ وہ لوگ کرتے ہیں، جو خود اس پر عمل نہیں کرتے۔

کچھ ایسا ہی حال ہمارے پاکستانی ہونے کا بھی ہے۔ اگر ہم سے یہ پوچھا جائے کہ کیا آپ پاکستانی ہیں؟ تو اس حوالے سے بھی ہمارا جواب جی ہاں بھی ہے اور جی نہیں بھی۔ اگر ہمارے شناختی کارڈز، پاسپورٹس، 14 اگست و 23 مارچ کی تقریبات، اور یومِ آزادی کے حوالے سے بیانات وریلیوں کو دیکھا جائے تو جی ہاں ہم بالکل پاکستانی ہیں۔ لیکن اگر پاکستان کے حوالے سے ہماری معلومات، بانی پاکستان کے حوالے سے ہماری تحقیق، علامہ اقبال کے حوالے سے ہماری اقبال شناسی، تحریکِ پاکستان کے حوالے سے ہمارے تدبر اور نظریہ پاکستان کے حوالے سے ہمارے طرزِ عمل کو دیکھا جائے تو پھر ہم میں سے بہت کم پاکستانی رہ جائیں گے۔ پاکستان کیلئے اس سے زیادہ ضرر رساں چیز اور کیا ہوگی کہ وہ لوگ پاکستانی کہلاتے ہیں، جو خود نہیں جانتے کہ پاکستان کیا ہے۔

بلامبالغہ یہی حالت ہمارے سُنی یا شیعہ ہونے کی بھی ہے۔ ہمارے مذہبی جوش و خروش، مساجد کی فتویٰ بازی، مولویوں کی بھرمار، ہر محلے میں فرقہ وارانہ تقسیم، ایک دوسرے کے خلاف سازشیں اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی بلکہ بعض اوقات کافر ثابت کرنے کی کوششیں دیکھئے تو ہم پکے سُنی یا شیعہ ہیں لیکن اپنے ہی فرقے کے

عقائد کے بارے میں ٹھوس معلومات، اپنے ہی تاریخی مسلمات سے آگاہی، اور فراخدلی کے ساتھ حقائق کو تسلیم کرنے کی بات اگر آئے تو ہم میں سے بہت کم حقیقی اہل سنت یا شیعہ رہ جائیں گے۔ ہماری مذہبی رواداری کیلیئے اس سے زیادہ ضرر رساں چیز اور کیا ہوگی کہ مذاہب کی تبلیغ وہ لوگ کرتے ہیں، جو خود مذاہب کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے۔

ابھی حسینی ہونے کی بات کیجئے تو یہی حال ہمارے حسینی ہونے کا بھی ہے۔ اگر ہم سے یہ پوچھا جائے کہ کیا آپ حسینی ہیں؟ تو اس حوالے سے بھی ہمارا جواب جی ہاں بھی ہے اور جی نہیں بھی۔ اگر ہمارے ناموں، نعروں، عزاداری، ماتم، لنگر، سبیل اور نوحہ خوانی کو دیکھا جائے تو جی ہاں ہم بالکل حسینی ہیں۔ لیکن اگر امام حسینؑ کے حوالے سے ہماری معرفت، اُن کی شہادت پر تحقیق، ان کی سیرت سے آگاہی، اُن کے فرامین میں تدبر، اُن کی بصیرت سے استفادے اور اپنے اپنے عمل کو دیکھا جائے تو پھر ہم میں سے بہت کم لوگ حسینی رہ جائیں گے۔

امام حسینؑ سے منسوب محافل و مجالس اور جلسے جلوسوں کے مخاطبین عام مساجد اور دینی مدارس و سکولوں و کالجز کے مخاطبین سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان مخصوص مخاطبین کیلیئے جو محتویٰ اور مواد تیار کیا جاتا ہے، وہ بھی عام منبر و مدارس سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔ ان محافل و مجالس کا محور و موضوع کربلا اور شہادتِ امام عالی مقام کو قرار دیا جاتا ہے۔ بظاہر امام حسینؑ کے بارے میں تقاریر، مجالس، نوحہ خوانی، ماتم و گریہ سب کچھ ہوتا ہے لیکن آیا امام حسینؑ کے عقائد، ان کا اخلاق، ان کی سیرت، ان کے اہداف اور ان کا راستہ بھی لوگوں کو بتایا جاتا ہے۔؟

امام حسینؑ کی تحریک کی ایک نمایاں خصوصیت عقائد کی شفافیت ہے۔ جہاں تک عقائد کی بات ہے تو اس میں دیکھا یہ گیا ہے کہ عموماً لوگ شفاف انداز میں امام حسینؑ کے عقائد بیان نہیں کرتے بلکہ اپنی پسند اور اپنی سوچ کے مطابق جو چاہتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان مجالس میں غلو، شرک اور انحرافات کا چلن عام ہو گیا ہے۔ ورنہ امام حسینؑ کے عقائد کا ایک بہترین اور مستند ماخذ تو دعائے عرفہ ہے۔ حسینیوں کیلیئے توحید، معاد اور ایمان وہی ہے، جو امام حسینؑ نے دعائے عرفہ میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح امام عالی مقامؑ نے اپنی ساری جد و جہد کے درمیان ایک مرتبہ بھی یہ نہیں کہا کہ میں خلیفہ اول و دوم و سوم کے نقشِ قدم پر چلوں گا۔ آپ نے جتنی مرتبہ بھی اس حوالے

سے بات کی تو یہی کہا کہ میں **اپنے بابا علی ابنِ ابی طالبؑ اور اپنے نانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر عمل کروں گا**۔ اس سے یہ واضح درس ملتا ہے کہ انسان کو اپنے عقائد میں غیر متزلزل ہونا چاہیئے۔

اسی طرح امام حسینؑ کے اخلاق کے حوالے سے بھی بہت کم کچھ سننے کو ملتا ہے۔ مثلاً آپ کا حُسنِ خلق، رواداری، سخاوت، بخشش، در گزر، صلہ رحمی، خوفِ خدا، انسانی ہمدردی، اطعام، انفاق، یتیم پروری، مساوات، درس وتدریس، تعلیم وتربیت، مہمان نوازی اور دیگر اخلاقی محاسن پر مجالسِ عزاداری میں بہت کم بات کی جاتی ہے۔ آپ کی سیرت کا تجزیہ کرنے کے بجائے عموماً مصائب بیان کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے وہ اہداف جن پر آپ قربان ہوگئے، وہ بھی بہت کم کہیں سننے میں آتے ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے آج تک امام حسینؑ کے پرچم، ذوالجناح، ماتم اور غم و سوگ سمیت بہت ساری نشانیوں اور یادوں کو سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ ان نشانیوں میں سے ایک چہلمِ امام حسینؑ بھی ہے۔ یہ دن ہماری باطنی تبدیلی اور حقیقی توبہ کیلئے ہے۔ وہی توبہ اور تبدیلی جو حضرت حُرؑ نے انجام دی۔ **مقامِ فکر ہے کہ اگر حضرت حُرؑ توبہ کرنے کے بجائے اپنے خیمے کا رنگ سیاہ کر لیتے اور کالے کپڑے پہن کر بیٹھ جاتے تو کیا انہیں یہ شرف اور مقام مل جاتا۔؟**

حضرت حرؑ کی توبہ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ انسان جتنا بھی بڑا گنہگار ہو، اُسے خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ توبہ کرنے میں کوئی تاخیر نہیں ہے۔ انسان کو جب بھی یہ احساس ہو جائے کہ وہ غلط راستے اور غلط عقیدے پر گامزن ہے تو اسے فوراً توبہ کر لینی چاہیئے۔ اگر ہم توبہ نہیں کرتے اور عزاداری امام حسینؑ کے نام پر فقط ظاہری لباس تبدیل کر لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے امام حسینؑ کے پیغام کو یا تو سمجھا ہی نہیں اور یا پھر نظر انداز کر رہے ہیں۔

امام حسینؑ کی شہادت ہمیں حق النّاس کی اہمیت یاد دلاتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ شہادت ایک عظیم منصب ہے۔ شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، لیکن دس محرم الحرام 61ھ کو امام حسینؑ نے یہ اعلان کرایا کہ خبردار جس کی گردن پر کسی کا قرض ہے، وہ ہمارے لشکر سے دور ہو جائے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حق النّاس اگر کسی کی گردن پر ہو تو اسے شہادت جیسا عظیم منصب بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اب اگر ہم امام حسینؑ کی عزاداری کے

جلوسوں میں بھی ہوتے ہیں اور حق النّاس کی بھی پرواہ نہیں کرتے تو یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ ہم اپنا دل بہلانے اور اپنی منتیں و مرادیں مانگنے کیلئے عزاداری کی مجالس اور جلوسوں میں تو جاتے ہیں، لیکن امام حسینؑ کی تعلیمات سے غافل ہیں۔

کاش ہم یہ سمجھ جائیں کہ امام حسینؑ کا ماتم اور غم ہمیں شعور و آگاہی کی دعوت دیتا ہے۔ ہر بات پر اچھل پڑنا، ہر جملے پر واہ واہ کرنا اور ہر آدمی پر اعتماد کرنا باشعور لوگوں کا شیوہ نہیں ہے۔ ابنِ زیاد جب کوفے میں داخل ہوا تو لوگ اسے پہچان نہیں سکے۔ لوگوں نے یہی سوچا کہ وہ امام حسین علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے بڑی خوشی اور گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ جشن کی صورت میں چلتے رہے، یہاں تک کہ ابنِ زیاد کے ہمراہیوں نے خود یہ اعلان کیا کہ یہ ابنِ زیاد ہے۔ اگر ہم اتنے سادہ اور کم عقل ہیں کہ دین کے لبادے میں منبر پر آ کر جس کے جو دِل میں آتا ہے، وہ کہہ دیتا ہے اور ہم اس کا اعتبار کر لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے زمانے کے ابنِ زیاد کو نہیں پہچانتے۔ یعنی ہم نے کربلا سے فہم و فراست، بصیرت اور شعور حاصل نہیں کیا۔

المختصر یہ کہ امام حسینؑ کی کسی بھی نشانی کو دیکھتے ہوئے، ان کی زیارت کو جاتے ہوئے، ان کی سبیل یا لنگر سے کچھ پیتے یا کھاتے ہوئے، یا اُن کے جلوسوں و مجالس میں شرکت کرتے ہوئے ہمیں اپنے آپ سے یہ ضرور پوچھنا چاہیئے کہ کیا ہم حسینی ہیں؟ اگر ہیں تو کون سے حسینی؟ ہر طبقے کی طرح حسینیوں کی بھی اقسام ہیں۔ ہمیں جاننا چاہیے کہ ہمارا شمار کس قسم کے حسینیوں میں ہوتا ہے۔ ہمارا شمار تعداد بڑھانے والوں میں ہوتا ہے یا عمل کرنے والوں میں۔ اگر ہمارا شمار عمل کرنے والوں میں نہیں ہوتا تو پھر ہمیں فوری طور پر توبہ کرنی چاہیے، وہی توبہ جو حُرؑ نے کی تھی۔ حسین ابن علیؑ کیلئے اس سے زیادہ تکلیف دہ چیز اور کیا ہوگی کہ وہ لوگ حسینی کہلائیں، جو حسین ابن علیؑ کی تعلیمات سے غافل ہیں۔

قربانیوں کا سفر

سبطین عباس جعفری

Sibtain5545@gmail.com

اس کائنات میں کاروانِ حیات کا رواں دواں ہونا قربانیوں کے سبب ہے۔ درخت قربانی دیتے ہیں تو جاندار سانس لے پاتے ہیں۔ فصلیں اپنے آپ کو فنا کرتی ہیں تو باقی مخلوق کیلیئے خوراک کا سامان مہیا ہوتا ہے۔ سورج اپنے آپ کو جلاتا ہے تو اجالا بکھرتا ہے۔ قربانی اور ایثار کے اسی طرح کے نمونے ہر منزل، ہر موڑ پہ دکھتے ہیں۔ انسان نے بھی اشرف المخلوقات ہونے کے ناتے اس جہان میں قربانیوں کی لازوال داستانیں رقم کی ہیں۔ باپ قربانی دیتا ہے تو اولاد پروان چڑھتی ہے، ماں تو قربانیوں کا مجسم نمونہ ہے۔ ماں قربانی نہ دے تو انسان بقا نہ پاسکے۔ ماں قربانی نہ دے تو اولاد کی تربیت نہ ہوسکے۔ الغرض یہ کہ جس طرف نظر دوڑائیں قربانی ہی قربانی ہے۔ اور پھر خداوند متعال نے انہی قربانیوں کو سامنے رکھتے ہوئے ان کا اجر بھی مقرر کیا ہے۔

جتنی بڑی قربانی اتنا بڑا اجر، قربانی جتنے عظیم مقصد کیلیئے دی جائے اتنی ہی اس کی قدر و اہمیت بھی زیادہ ہے۔ خداوند متعال نے اسی قربانیوں کے سلسلے کو قائم رکھتے ہوئے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء، رسل اور اولیاء بھیجے، جن کی قربانیوں کی بدولت سسکتی انسانیت کو قرار ملا۔ جن کی قربانیاں نہ ہوتیں تو انسان کی نجات ممکن نہ تھی۔ خداوند متعال کے اس دین کی حفاظت کیلیئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے قربانیاں دیں۔ ان قربانیوں کو رائیگاں جانے سے بچانے کیلیئے کربلا میں امام حسین علیہ السلام نے ایک عظیم قربانی دی۔ اگر یہ قربانی نہ دی جاتی تو دین اسلام اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہ پاتا بلکہ انسانیت اور بشریت کا چہرہ ہی مسخ ہو جاتا۔ اس عظیم قربانی کی وجہ سے لوگوں کا ضمیر زندہ ہے۔ اس عظیم قربانی کی وجہ سے لوگوں میں آج کے فرعونوں سے ٹکرا جانے کا حوصلہ ہے۔ اس عظیم قربانی کی وجہ سے مظلوم، ظالم کے سامنے ڈٹ کے کھڑا ہے۔ افتخار عارف کے بقول

حسین تم نہ رہے تمہارا گھر نہ رہا۔۔۔۔۔ مگر تمہارے بعد ظالموں کا ڈر نہ رہا

یہ عظیم قربانی ہی حریت کا پیغام سب کے دلوں میں جگاتی ہے۔ یہ عظیم قربانی ہی زندہ ضمیروں کیلئے مشعل راہ ہے۔

ایک دفعہ بابا گرونانک سے ان کے مرید نے کہا: آپ امام حسین علیہ السلام کا اتنا احترام کیوں کرتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ : گھر جا کر اپنی بہن سے شادی کرلے۔ مرید نے کہا : ضمیر گوارا نہیں کرتا۔ تو اس وقت بابا گرونانک نے کہا: مورکھ اس ضمیر کا نام ہی تو امام حسین علیہ السلام ہے، حسین علیہ السلام زندہ ضمیروں کا گرو ہے۔ (حوالہ کتاب گرو کا گیان)

غرض زندہ ضمیر لوگ اس قربانی کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ہر سال امام عالی مقام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ یہ زندہ ضمیر لوگ ہر مذہب اور فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ امام علیہ السلام کی صدائے ھل من ناصر پر لبیک کہہ کر زمانے بھر کے ظالموں کو للکارتے ہیں۔ یہ امام کی آواز پر لبیک کہہ کر مظلوم کی فتح کا اعلان کرتے ہیں۔ امام علیہ السلام کی عظیم قربانی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے خود بھی قربانیوں کی اعلی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ اربعین کے دس دنوں کا سفر معنویت کا بھرپور مظاہرہ ہوتا ہے۔ جس میں لوگ اپنا تن، من، دھن وار کر ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہیں۔ ان دس دنوں میں ایثار و قربانی کی وہ مثالیں قائم ہوتی ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، اور عشق کی معراج ہوتی ہے۔ بڑے سے بڑا اعلی سرکاری افسر بھی اپنے آپ کو زائرین کا خادم تصور کرتا ہے۔ ان کے پاوں دھونے اور دبانے میں بھی فخر محسوس کرتا ہے۔ عمامہ پوش علماء زائرین کے جوتے پالش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لوگ منت سماجت کرکے زائرین کو اپنے گھروں میں لے جاتے ہیں اور بھرپور خدمت کرتے ہیں اور آخر میں عذر خواہی بھی کرتے ہیں کہ کوئی کمی رہ گئی ہو تو معاف کردیجیے گا۔ جس کے پاس وسائل کم ہوتے ہیں وہ پانی کی بوتلیں، قہوہ اور کھجوروں کے تھال لے کر زائرین کے راستے میں کھڑا ہو جاتے ہیں اور اپنی ممکنہ استطاعت کے مطابق زائرین کی خدمت کرتے ہیں۔ ایک عراقی ٹیکسی ڈرائیور سے بات ہورہی تھی تو وہ کہہ رہے تھے کہ ہم سارا سال کمائی ہی اسلیئے کرتے ہیں کہ اربعین پر خرچ کرسکیں۔

غرض دنیا کا سب سے بڑا اجتماع اور اس اجتماع میں ایسے ایسے خلوص و عشق کے منظر تخلیق ہو جائیں یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ دنیا اپنے دنیوی پیمانوں میں اس کو تولنے کی کوشش کرتی ہے۔ جبکہ ان عشق کے مناظر میں سے ادنی سے منظر کو بھی دنیوی اور منفعت کے پیمانوں پر تولا نہیں جاسکتا۔ یہ سب عشق حسینی علیہ السلام کرواتا ہے اور یہ عشق کردار حسینی علیہ السلام کی وجہ سے لوگوں میں پیدا ہوا ہے۔

یہ عشق امام کی دلوں میں حرارت حریت و شجاعت اور قربانی پیدا کرنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ اسلام کی بقا کا ضامن یہ قربانی ہے۔ آج اسلام کے نام نہاد ٹھیکیدار اسلام کے نام پر اس عظیم قربانی کی یاد منانے سے روکتے ہیں۔ یہ اسلام کے مخالف ہیں یہ اسلام کے طرفدار نہیں ہیں۔ حقیقی نجات دہندہ اسلام حسین علیہ السلام ہیں اور ان کے ماننے والے نہ کہ یزید اور امیر یزید زندہ باد کے نعرے لگانے والے۔ آج ہر اہل ضمیر جس کا ضمیر زندہ ہے وہ خود فیصلہ کرے کہ حقیقی اسلام کا وارث حسین ع ہیں یا شراب کے نشے میں بدمست یزید۔

اسلام کی بقا کا ضامن حسین تھا حسین ہے اور حسین رہے گا۔ وقار انبالوی نے یہہ کہہ کر بات ہی ختم کر دی ہے کہ

اسلام کے دامن میں اور اس کے سوا کیا ہے

اک ضرب ید اللہی اک سجدہ شبیری ؑ

زیارت اربعین اور اسلامی عقائد

فدا حسین حلیمی۔۔۔ قم المقدس ایران

com۔Fidahaleemi@gmil

ہمارے عقیدے کے مطابق جیسے اہلبیت علیہم السلام کے مزارات دینی ثقافت کے مراکز؛ ظلم وسرکشی کے مقابلے میں نقارہِ حق اور محل نزول رحمت پروردگار ہیں۔ ویسے ہی ان سے ماثور اور منقول زیارات ہماری ہدایت؛ نصیحت؛ اور تربیت کا بہترین ذریعہ ہیں۔ یاد رہے کہ یہ زیارات ہمیں صاحب مزار کا تعارف؛ اسکی دین سے وابستگی کا ذکر اور اسکے فی سبیل اللہ جہاد کے اہداف یاد دلاتی ہیں اور زیارت کرنے والا زیارت پڑھنے کے ساتھ ساتھ دینی اور انسانی اقدار کے خاطر جہاد؛ قربانی؛ اور فداکاری کی تجدید بیعت کر رہا ہوتا ہے؛ لیکن یہ سب اس وقت ہے جب زیارت کرنے والا زائر معرفت کے ساتھ زیارت بجالاے اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب کم سے کم زائر زیارت کے مضمون اور مفہوم سے واقف ہو۔

زائر کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں کس کی اور کس لیے زیارات کے جملے ادا کر رہا ہوں۔ چنانچہ ہم یہاں اپنے اس مضمون میں زیارت اربعین کے عقیدتی پہلو کی انتہائی مختصر صورت میں نشاندہی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ زیارت کو معرفت کے ذریعے انجام دیا جائے۔

توحید پر ایمان

بے شک ائمہ اطہار علیہم السلام سے جو زیارتیں اور دعائیں نقل ہوئی ہیں جو در حقیقت منبع ہدایت ہیں؛ جسمیں ہمیں زندگی کے مختلف پہلو: عقیدتی؛ اخلاقی؛ معاشرتی اور فردی ہر حوالے سے دروس ملتے ہیں اور خدا سے تقرب حاصل کرنے اور اسکی شناخت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسکی تحلیل؛ تکبیر اور حمد و ثنا بجالانے کا طریقہ سکھاتا ہے؛ چنانچہ صادق آل محمد زیارت اربعین بجالانے کا طریقہ سکھاتے ہوے فرماتے ہیں: جب بھی تم زیارت اربعین کا قصد کرے تو آداب زیارت بجالانے کے بعد ان جملات کو پڑھا کرو:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْمُتَوَحِّدِ بِالْأُمُورِ كُلِّهَا خَالِقِ الْخَلْقِ وَ لَمْ يَعْزُبْ عَنْهُ شَيْءٌ مِنْ أُمُورِهِمْ وَعَلِمَ كُلَّ شَيْءٍ بِغَيْرِ تَعْلِيمٍ (بحار الانوار (ط- بیروت)/ج98 / 176/ باب 18))

ترجمہ : تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جو تمام امور کو اکیلا انجام دیتا ہے؛ تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے اسطرح کہ انکے تمام احوال سے واقف ہے اور بغیر تعلیم کے ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اس کے بعد امام علیہ فرماتے ہیں : اسکے بعد چند قدم چلے اور جب مرقد شریف کے نزدیک پہنچے تو قبلہ رو ہو کے کہیں :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فِي عِلْمِهِ مُنْتَهَى عِلْمِهِ وَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بَعْدَ عِلْمِهِ مُنْتَهَى عِلْمِهِ مُنْتَهَى عِلْمِه ---وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ فِي عِلْمِهِ مُنْتَهَى عِلْمِهِ وَ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَعْدَ عِلْمِهِ مُنْتَهَى عِلْمِهِ --- وَ سُبْحَانَ اللَّهِ فِي عِلْمِهِ مُنْتَهَى عِلْمِهِ وَ سُبْحَانَ اللَّهِ بَعْدَ عِلْمِهِ مُنْتَهَى عِلْمه ---

ترجمہ : ایسا معبود ہے کہ جسکے سواء نہ ہی اپنے لامتناہی علم میں کوئی معبود ہے اور نہ ہی اسکے غیر کے علم میں کہ جسکا برگشت بھی اسی کا لامتناہی علم ہے کوئی معبود ہے اور تمام تعریفیں اپنے لامتناہی علم میں اسی کے ساتھ مختص ہیں اور اسکے غیر کے علم میں کہ جسکا برگشت بھی اسی کا لامتناہی علم ہے اسی ذات کے ساتھ مختص ہے اور اسکی ذات اپنے لا متناہی علم میں پاک ومنزہ ہے اور تمام تعریفیں اسی کے ساتھ مختص ہے اور ایسے ہی غیر کے علم میں کہ جسکا بازگشت بھی اسی کا لامتناہی علم ہے پاک ومنزہ ہے اور تمام تعریفین اسی کے ذات کے ساتھ مختص ہے اور اسکی ذات ہر قسم کی شرک سے پاک ومنزہ ہے۔

صادق آل محمد ع کے ان تعلیمی جملات سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اہل بیت اطہار علیہم السلام توحید اور اللہ کی معرفت پر کتنے توجہ دیتے ہیں اور کس طرح زیارات کے زریعے اپنے چاہنے والوں کو خدا کی معرفت کی تعلیم دیتے ہیں؛ خدا کی وحدانیت کی تفسیر کرتے ہوے فرماتے ہیں اللہ کی ذات ایک ایسی واحد ذات ہے جو اپنے تمام امور میں خواہ مخلوقات کی خلقت ہو یا انکی کے جملہ امور کی تدبیر اور تربیت ہو یا انکی زندگی کے متعلق دیگر امور پر مکمل علم رکھنے کے ساتھ ساتھ انجام دینے میں نہ ہی کسی کی طرف محتاج ہے اور نہ ہی کوئی اس کا شریک بن سکتا ہے۔ وہ ایسا معبود ہے جو اپنے لامتناہی علم میں بھی صرف لائق عبادت ہے اور دیگر کے علم میں بھی کہ جسکا برگشت اسی کے علم کی طرف

ہے اس کی ذات کے علاوہ کوئی اور لائق عبادت نہیں ہو سکتا اور اسکی ذات مشرکیں کے ہر قسم کے شرک سے پاک ومنزہ ہے۔

یقینا زیارات کی ضمن مین صادق آل محمدؑ ہمیں خدا کی وحدانیت اور عبودیت کی تعلیم اس لیے دے رہے ہیں تاکہ ہم صراط مستقیم سے بٹھک کر گمراہ نہ ہو جائے کہ جسکا خطرہ ہر حالت میں ہر لحظہ ہم میں سے ہر ایک کو لاحق ہوتا ہے اور صراط مستقیم سے مراد پروردگار عالم کی بندگی ہے کہ جسکے بارے میں ارشاد باری تعالی ہوتا ہے۔۔۔

وَ أَنِ اعْبُدُونِی ہذا صِراطٌ مُسْتَقِیم (یسین/٦١)

ترجمہ: اور یہ کہ میری بندگی کرنا، یہی سیدھا راستہ اور صراط مستقیم ہے۔اوران لوگوں کے منہ پر بھی طمانچہ ہے جو زیارات کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ اہل بیت ؑ سے منقول زیارات توحید اور خدا کی معرفت کا درسگاہ ہیں ۔لہذا حقیقی زائر وہ ہے جس کی نگاہیں ہمیشہ اللہ تعالی کی خوشنودی پر ہو اور ہر اٹھنے والا قدم اللہ کی بندگی اور اسے تقرب کی نیت سے اٹھے۔

نبوت پر ایمان

جس طرح اللہ تعالی کی توحید کا اقرار اور اسکی وحدانیت پر ایمان اساس دین شمار ہوتا ہے ایسے ہی تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور خاص کر سیّد المرسلین؛خاتم النبیبن حضرت محمد مصطفیؐ کی نبوت پر ایمان اور اقرار؛اصول دین اور ایمان کے ارکان میں سے شمار ہوتا ہے چنانچہ ایک بامعرفت زائر کی نشانی یہ ہے کہ وہ امام علیہ السلام کی زیارت کرتے وقت تمام انبیاء ماسلف کی نبوت کی گواہی دے چونکہ امام تمام انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور زیارت اربعین میں بھی اس بات کی تاکید ہوئی ہے:

وَاَعْطَیْتَہُ مَواریثَ الاْ َنْبِیاَّ:

ترجمہ: پرودگاراتونے انہیں (امام) تمام انبیاء کے ورثے عطاکیے۔۔۔جبکہ زیارت اربعین کا دوسرا نسخہ جسے جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل ہوئی ہے اس میں اولوالعزم انبیاء میں سے ہر ایک کا نام لے کر انکی نبوّت اور عظمت کی گواہی دینے کا حکم ہوا ہے:

السَّلامُ عَلَيْکَ يَا وَارِثَ عِلْمِ الْأَنْبِيَاء. وَ رَحْمَةُ اللَّهِ وَ بَرَكَاتُهُ (السَّلامُ عَلَيْک يَا وَارِثَ آدَمَ صَفْوَةِ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْکَ يَا وَارِثَ نُوحٍ نَبِيِّ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْک يَا وَارِثَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللَّهِ) السَّلامُ عَلَيْک يَا وَارِثَ إِسْمَاعِيلَ ذَبِيحِ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْکَ يَا وَارِثَ مُوسَى كَلِيمِ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْک يَا وَارِثَ عِيسَى رُوحِ اللَّهِ السَّلامُ عَلَيْکَ يَا وَارِثَ مُحَمَّدٍ حَبِيبِ اللَّهِ (ابن طاووس؛الاقبال بالاعمال الحسنۃ؛ج ۲ص ۶۳)

ترجمہ : مرا سلام اور خدا کی رحمت وبرکت ہو تمام انبیاء کے وارث پر ؛ سلام ہو تجھ پر اے وارث آدم جو خدا کے برگزیدہ ہیں؛ سلام ہو تجھ پر اے نوح کے وارث جو اللہ کے نبی ہیں ؛ سلام ہو تجھ پر اے ابراہیم کے وارث جو اللہ کے خلیل ہیں ؛سلام ہو آپپر اے اسماعیل کے وارث جو ذبیح اللہ ہیں ؛آپ پر سلام ہو اے موسی کے وارث جو کلیم اللہ ہیں ؛ آپ پر سلام ہو اے عیسیٰ ؑ کے وارث جو روح اللہ ہیں ؛آپ پر سلام ہو اے محمد مصطفیؐ کے وارث جو حبیب اللہ ہیں ۔تو امام کی ان تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں امام حسینؑ کی زیارت تمام انبیاء کی زیارت اور امام حسینؑ سے محبت تمام انبیاء سے محبت اور امام حسین سے بیعت انکے الھی اہداف سے بیعت ہے۔ چناہچہ زیارت کرتے وقت تمام انبیاء ؑ کی نبوّت اور عظمت کی گواہی دینا بھی ضروری ہے۔

امامت پر ایمان

مکتب اہل البیتؑ کے ماننے والوں کے نزدیک امامت ذمہ داری کے اعتبار سے تبلیغِ دین کے استمرار کا نام ہے؛ جو ذمہ اری ؛ تحفظ دین ؛ تفسیر دین اور احکام دین کے اعتبار سے آنحضرتؐ انجام دیتے تھے وہی ذمہ داری انکے بعد انکے وارث حقیقی یعنی امامِ برحق کو انجام دینی ہوگی۔ چونکہ امام برحق تمام انبیاء کے معنوی کمالات؛ انکے علوم اور عصمت کا وارث ہوتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں :

أَنَّ اللَّهَ جَمَعَ لِمُحَمَّدٍ صلى الله عليه و آله عِلْمَ النَّبِيِّينَ، وَأَنَّهُ جَمَعَ ذلِکَ كُلَّهُ عِنْدَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عليه السلام (الکافی (ط-دارالحدیث) ؛ج 1 ؛ص 554)

پروردگار عالم نے تمام انبیاء ؑ کے علوم حضرت ختم مرتبؐ میں جمع کیا اور انھوں ہے اسے حضرت سید اوصیاء امیر المومنینؑ کو بخشا جبکہ بعض دیگر روایات میں یہ تمام علوم انکے بعد دیگر اوصیاء کو وراثت میں ملے دیکھیں اصول کافی میں :

(أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ مُحَمَّداً صلی الله علیه و آله کَانَ أَمِینَ اللَّهِ فِی خَلْقِهِ، فَلَمَّا قُبِضَ علیه السلام کُنَّا- أَہْلَ الْبَیْتِ- وَرَثَتَهُ؛ فَنَحْنُ أُمَنَاءُ اللَّهِ فِی أَرْضِهِ، عِنْدَنَا عِلْمُ الْبَلَایَا وَ الْمَنَایَا (الکافی (ط- دارالحدیث)؛ ج1؛ ص555)

اور در حقیقت ائمہ معصومیں علیہم السلام سے منقول زیارات خصوصاً زیارت جامعۃ اور زیارت اربعین معرفت امام حاصل کرنے کا بہتریں باب ہیں ہمیں چاہیے جتنا بھی ہوسکے ان زیارات کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے ان زیارات میں امام کے الھی مقامات بیان ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف صفات؛ خصوصیات کی طرف اشارہ کیا گیاہے۔ چنانچہ زیارت البعین میں امام کو ولی خدا؛ حبیب خدا؛ خلیل خدا اور روی زمین پر امین خدا کہہ کر تعارف کرایا گیاہے اور حقیقت میں یہ صفات خدا کے نزدیک امام معصوم کی عظمت اور بلند مرتبے کو بیان کرتی ہیں۔

چونکہ آئمہ کی ذوات اس کائنات میں صفات پرودگار کی روشن ترین تجلّی گاہ اور اسماء حسنی ہیں جسکی طرف اشارۃ کرتے ہوے صادق آل محمد آیت (وللہ اسماء الحسینی فادعوہ بھا) کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

نحن والله اسماء الذی لا یقبل من احد الاّ بمعرفتنا :

ترجمہ اللہ کی قسم اسماء حسنی کی بارز ترین مصداق ہم ہیں اور ہماری معرفت کے بغیر کسی کا عمل مقبول درگاہ حق واقع نہیں ہوتا۔

اسی طرح امام وہ ہیں جو دین کا ستون اور اہل دنیا پر خدا کی طرف سے حجت ہوتے ہیں امام عبد اور معبود کے درمیان نہ ٹھوٹنے والی مضبوط رسی ہیں چنانچہ اشارہ ہوتا ہے :

وَ جَعَلْتَهُ حُجَّةً عَلى خَلْقِکَ مِنَ الاْوْصِیاَّء.

ترجمہ : پرودگارا تو نے اسے اپنے اوصیاء میں اپنے مخلوقات پر حجت قرار دیا کہ جسے زریعے قیامت کے دین پرورد گار عالم اپنے بندوں پر احتجاج کرے گا کہ اے میرے بندے کیوں کر میری اطاعت میں تو نے کوتاہی کی جبکہ تمھارے رہنمائی کے لیے میرے مقرب بندے ہادی برحق امام تمھارے درمیان تھے۔

وَ اَشْہَدُ اَنَّکَ مِنْ دَعاَئِمِ الدّینِ وَ اَرْکانِ الْمُسْلِمینَ وَ مَعْقِلِ الْمُؤْمِنینَ* وَ اَشْہَدُ اَنَّکَ الاْ ِمامُ الْبَرُّ التَّقِیُّ الرَّضِیُّ الزَّکِیُّ الْہادِی الْمَہْدِیُّ

ترجمہ : اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اے امام دین کا ستون ہیں کہ جب ستون گر جاے تو دین بھی خراب ہو جاے گا؛ مسلمانوں کا سردار رہنما اور ہادی برحق ہیں کہ جنکی اطاعت سے انسان نجات پاے گا اور مومنیں کا مضبوط پناہ گاہ ہیں جو انھیں ہر قسم کے گمراہی اور افراط و تفریط سے بچاتے ہیں ؛البتہ یہ سب اس وقت ہے کہ جب ہم ائمہ کے دستورات کو اپنے زندگی کا نصب العین قرار دیں انکی سیرت و کردار کو اپنے زندگی کے مختلف پہلووں میں سر مشق قرار دیں۔

پھر زیارت اربعین کے آخر میں زیارت کرنے والا ان جملات کے ساتھ امامؑ کے ساتھ یہ عہد کرتا ہے :

میں گواہی دیتا ہوں کہ میں آپکے اور آپکے اجداد کے ماننے والا اور اپنے دینی احکامات اور عمل کے جزاء پر ایمان رکھنے والا ہوں ؛ میرا دل آپکے دل کے ساتھ پیوستہ اور میرا ہر معاملہ آپکے معالے کے تابع اور میں ہر آن آپکی نصرت کے لیے تیار ہوں ۔یہ ہیں حقیقی اہل تشیع اور حقیقی زائر کی خصوصیات جو امام کے دستور کو جاننے کے بعد ان کے دستورات کے سامنے ہمہ تن سر تسلیم خم ہو۔

یہ ہے حقیقی شیعہ اور زائر جو صرف زبان پر یا علی یا حسین یا امام کہنے پر اکتفانہ کرے بلکہ عمل کے زریعے ؛امامؑ کی اطاعت کے زریعے اپنے شیعہ ہونے کا ثبوت دے۔ واضح رہے کہ جب تک کوئی عملی میدان میں اپنے شیعہ ہونے کا ثبوت نہ دے اسے خود اہل بیت ؑ بھی شیعہ نہیں مانتے۔

چنانچہ امام حسن مجتبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص آ کر عرض کرتا ہے اے فرزند رسولؐ میں آپکا شیعہ ہوں امامؑ نے فرمایا : یاعبد الله، إن کنت لنا فی أوامرنا و زواجرنا مطیعا فقد صدقت، و إن کنت بخلاف ذلک فلا تزد فی ذنوبک بدعواک مرتبة شریفة لست من أهلها، لا تقل: أنا من شیعتکم---

اے شخص اگر تم ہماری شریعت کے سامنے سر تسلیم خم ہے ہماری اوامر ونواہی جسے ہم نے انجام دینے کا حکم دیا ہے اسے انجام دیتا ہے اور جس چیز سے ہم نے روکا ہے رکتا ہے تو تم اپنے دعوا میں سچھے ہو ورنہ اگر عمل میں ہماری پیروی نہیں کرتے ہے ہماری اطاعت کا جذبہ نہیں رکھے ہے تو اپنے آپکو اہل بیتؑ کا شیعہ کہہ کے اس مقدس مقام اور منزلت کو اپنی طرف خواہ ناخواہ نسبت دے کر اپنی گناہوں کے بار کو سنگیں مت کریں۔

و قال رجل للحسین بن علی بن أبی طالب (علیهما السلام): یا ابن رسول الله، أنا من شیعتکم۔ قال (علیه السلام): اتق الله، و لا تدعین شیأ ایقول لک الله: کذبت، و فجرت فی دعواک ---۔ ایسے ہی کوئی شخص اگرامام حسین ؑ کی خدمت میں وہی دعویٰ دہراتا ہے توامام حسین ؑ اسے ڈانتے ہیں اور فرماتے ہیں اے شخص اللہ سے ڈرو کہیں عمل میں ہمارے شیعہ نہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالی تمھیں جھوٹا قرار نہ دے۔(البرہان فی تفسیر القرآن، ج4، ص: ۶۰۳)

قیامت پر ایمان

زیارت اربعین میں جن امور کی طرف واضح اشارہ ملتاہے ان میں سے ایک معاد یعنی مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ اٹھائے جانے کا ہے؛ قیامت کے دن امام کے مقابلے میں دو گروہ ہونگے پہلا گروہ ان لوگوں کا ہونگا جو دنیا میں امام کی امامت اور مقام شفاعت پر عقیدہ رکھتے تھے اور ہر معالے میں انکے تابع رہیں ہیں یہ گروہ امام کی شفاعت سے بہرہ مند ہونگے اور یہ وہ لوگ ہونگے جو دنیا میں گواہی دیتے تھے :

فانّ لک عند الله مقاما معلوما وشفاعة مقبولة

ترجمہ :اے امامؑ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے ہاں آپ کا بلند مقام ہے اور آپ کو مقام شفاعت حاصل ہے۔ جبکہ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوگا جنہوں نے دنیا کے خاطر اپنی آخرت کو بیچ دیا ہے۔

(قَدْ تَوازَرَ عَلَيْهِ مَنْ غَرَّتْهُ الدُّنْيا ـ۔٭وَ ا شَرى آخِرَتَهُ بِالثَّمَنِ الاْوْكَسِ وَ تَغَطْرَسَ وَ تَرَدّى فى هَواهُ ٭ وَاَسْخَطَكَ وَاَسْخَطَ نَبِيَّكَ٭ الْمُسْتَوْجِبينَ النّارَ)

نتیجہ:

جن لوگوں نے عقائدِ اسلامی سے انحراف کیا ہے انہوں نے امام حسین ؑ پر ظلم کیا ہے۔یہ لوگ دنیا سے دوھوکہ کھاے ہوے؛ مٹھی بھر متاع دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو چھوڑے ہوے اور اپنے آپ کو ہوااور ہوس کے پیچھے برباد کیے ہوے ہیں۔ انہوں نے خدا، نبیؐ اور امام حسینؑ کو غضبناک کیا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ کے لیے اپنے آپ کو آتش جہنم کے حوالہ کردیا ہے۔یہ گروہ ماضی میں یزید؛ابن زیاد؛عمر سعد؛شمر اور حرملہ کی شکل میں امام حسینؑ پر ہر طرح کے ظلم ڈھارہا تھاجبکہ آج ہمارے زمانے میں دشمن انسانیت امریکا اور اسکی لابی، اسی طرح امام مظلوم کے نام پر لوٹنے والے تاجران خون حسین اور مومنین کو گمراہ کرنے کے لیے منبر حسینی پر بندروں کی طرح ناچنے والے غالیوں کی شکل میں امام مظلومؑ پرمسلسل ظلم کررہاہے۔لہٰذا حقیقی زائر وہ ہے جو ماضی کے یزیداوریزیدی کرداروں سے نفرت اور دوری اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ آج کے غالیوں اوریزیدیوں کردارکے مالک افراد کو بھی پہچانے اورانکے یزیدی کردار سے نفرت اور دوری کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی پوری توانائی کے ساتھ ان کا مقابلہ کرے۔

چہلم امام حسین علیہ السلام اور مہمان نوازی

عبدالحمید منتظر۔۔۔ قم المقدس ایران

muntaziir1586@gmail.com

دینِ اسلام اور مہمان نوازی کا گہرا تعلق ہے۔ مہمان نوازی انبیا کی سنت ہے، قرآن کریم اور روایات نبوی ﷺ میں اس کا بہت زیادہ تذکرہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ ایک مہمان نواز نبیؑ کے طور پر معروف ہیں۔

اسی طرح حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کے مہمانوں کا بھی قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے اور انکی مہمان نوازی کو بیان کیا گیا ہے۔ نبی پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی دعوتِ تبلیغ کا آغاز بھی دعوت (ذوالعشیرہ) یعنی مہمان نوازی کی تقریب سے کیا۔ ہمارے نبی ﷺ کا خاندان مکے میں ایک مہمان نواز خاندان سے مشہور تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ازدواج سے پہلے بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کی مہمان نوازی کا بہت چرچا تھا۔ حضرت امام علیؑ اور حضرت امام حسنؑ کی مہمان نوازی عربوں میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ قاتلوں کو شربت پلانا اور دشمنوں کیلئے دسترخون سجانا یہ سیرتِ اہلبیتؑ ہے۔ جب امام حسینؑ اور حر کے لشکر کا آمنا سامنا ہوا تو امامؑ نے حر اور اس کے لشکر کی بہترین ضیافت کا اہتمام کیا۔

مہمان نوازی اتنی عظیم صفت ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے کربلا کی زمین خریدنے کے بعد اس شرط کے ساتھ قبیلہ بنی اسد کو ہبہ کی تھی کہ میرے زائرین کو اپنے ہاں تین دن تک مہمان رکھنا۔ واقعہ کربلا کے بعد جب امام سجادؑ کے بھائی کا قاتل مدینے میں امامؑ کے پاس آیا تو امامؑ نے اپنی سیرت کے مطابق مہمان نوازی کا مظاہرہ کیا۔ دینی تعلیمات کے مطابق مہمان نوازی مؤمن کی نشانی، جوان مردی اور مکارم اخلاق میں سے ہے۔ نبی پاک ﷺ نے مولا علیؑ سے فرمایا ہے کہ مہمان اگر کافر بھی ہو تو اسکا احترام کیا جائے اور اسکی خدمت کی جائے۔

ہمارے عہد میں مہمان نوازی کی بہترین اور جامع جھلک چہلم امام حسینؑ کے موقع پر دیکھنے میں آتی ہے۔ اس موقع پر عراق سمیت متعدد ممالک میں نذر و نیاز اور سبیل و لنگر کا انتظام کیا جاتا ہے۔ تاریخی واقعات کے مطابق جب آل

رسول ﷺ کو شام کے زندان سے رہائی کے بعد مدینہ بھیجا گیا تو وہ پہلے کربلا ہی آئے۔ بعض مورخین کے مطابق بیس صفر المظفر یعنی امام حسینؑ کے چہلم کے دن ہی کربلا پہنچے تھے۔ اکثر علمائے کرام کا کہنا ہے کہ کربلا کے پہلے زائر حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ہیں۔ وہ بھی اسی چہلم کے دن امام حسین ع کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ روایات میں چہلم امام حسینؑ کا بہت زیادہ ثواب واجر ذکر ہوا ہے۔ اس دِن لنگر، سبیل، تبرک، نیاز اور اطعام کا اہتمام کرنے سے اس اجر و ثواب میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

چہلم امام حسینؑ کے موقع پر خلوص و عقیدت، جوش و ولولہ، شہدا کی یاد، شہادت کی خواہش، اسلام کی سربلندی، اسلامی تہذیب و ثقافت یہ سب کچھ یکجا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عراق سمیت دنیا بھر میں جہاں جہاں مسلمان رہتے ہیں وہاں وہاں امام حسینؑ کی یاد میں مہمان نوازی کے عظیم مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں۔

عقیدت وخلاوص سے مزین مہمان نوازی کی یہ لہریں سارے جغرافیائی، لسانی، طبقاتی اور زبان و نسل کے فاصلوں کو مٹا دیتی ہیں۔ ہمیں ویسے بھی اور خصوصاً چہلم امام حسینؑ کے موقع پر مہمان نوازی کرتے ہوئے مندرجہ زیل آداب کا خیال رکھنا چاہیے:

۱۔ ریاکاری سے اجتناب

۲۔ باوضو رہیں

۳۔ پاکیزہ اور حلال رزق سے مہمانوں کی ضیافت اور خاطر مدارت کریں

۴۔ غم واندوہ، ماتم اور گریے کے ماحول کو برقرار رکھیں

۵۔ صلہ رحمی، حق النّاس کی ادائیگی، تبلیغِ دین، تلاوتِ قرآن اور اول وقت نماز کا اہتمام کریں

۶۔ اپنے اندر سارا سال امام حسینؑ کا مخلص خادم بن کر عالمِ انسانیت کی ہدایت، تربیت اور خدمت کا عزم کریں

۷۔اپنے ثواب میں تمام عالمِ اسلام، انبیائے کرام، شہدا، مراجع عظام، مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کو شامل کرنے کی نیت کریں

۸۔ جہاں پر اور جیسے بھی ممکن ہو ویسے ہی مہمان نوازی کریں، خواہ پانی کے ایک گھونٹ سے ہی کیوں نہ ہو

اللہ تعالی ہم سب کو حقیقی معنوں میں حضرت امام حسینؑ کے خادموں، غلاموں اور پیروکاروں میں شامل فرمائے۔

چہلم حسینی اور اسلامی ثقافت

محمد حسن غدیری۔۔۔ قم المقدس ایران

چہلم حسینی پر ہر سال کروڑوں مسلمان زیارت حسین ابن علیؑ کے لیے کربلا جاتے ہیں اور اس عظیم دن کو اسلامی ثقافت کے طور پر زندہ رکھتے ہیں۔ چہلم لغت میں چالیس کو کہا جاتا ہے۔ اصطلاح میں چہلم مسلمانوں کی اس مذہبی تقریب کا نام ہے کہ جو کسی بھی مرحوم کی وفات کے چالیس دن کے بعد منعقد کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے ہاں ہر سال ۲۰ صفر کو شہادت امام حسین کے ٹھیک چالیس دن مکمل ہونے پر بعض چہلم امام حسینؑ منایا جاتا ہے۔

بعض روایات کے مطابق اسی دن یعنی عاشورا کے چالیس دن بعد اسیران کربلا نے شام سے واپس کربلا پہنچ کر قبر امام حسینؑ پر حاضری دی اور عزاداری قائم کی۔ اور سر مطہر مظلوم کربلا ابا عبداللہ حسین بھی چہلم کے دن کربلا میں بدن مطہر حسین کے ساتھ دفن کیا گیا۔

یہاں پر یہ ذکر ضروری ہے کہ تحریک عاشورا اسلام کی بقاء کے لیے وجود میں آئی اس قیام میں دو عظیم ہستیوں نے سب عظیم کارنامے انجام دیا۔ ایک مظلوم کربلا اور دوسری زینب کبریٰ

یعنی ان دونوں ہستیوں نے دین اسلام کی بقاء کی خاطر اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا۔ یہ خدا کا وعدہ ہے کہ: فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ

تم مجھے یاد کرو تاکہ میں آپ کو یاد کروں۔ جو کوئی خدا کو یاد کرئے خدا اس کے ذکر کو بقاء و جاودانی عطا کرتا ہے۔

آج پوری دنیا سے لبیک یا حسین کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ اور حسین کی محبت میں لوگ نجف سے کربلا تک پیدل سفر کر رہے ہیں تو اس میں صرف ثواب مد نظر نہیں بلکہ یہ کار خدا ہے کہ جس طرح حسین نے زندگی بھر ذکر خدا کیا اور اپنی آخری سانس میں بھی سر بسجود ہو کر نام و دین خدا کو زندہ رکھا تو خدا نے بھی ذکر حسین کو زندہ رکھا ہوا ہے۔ اسی لیے اس وقت دنیا کے گوشہ و کنار سے لوک لبیک یا حسین کہتے ہوئے عراق کی طرف سفر کر رہے ہیں

اور نجف اشرف سے کربلا تک پیدل چلتے ہوئے ذکر حسین کر رہے ہیں یوں وعدہ الہیٰ پورا ہو رہا ہے۔یہ عظیم تحریک،الہی کارنامہ ہے۔جو قیام قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

نبی اکرم ﷺ کاارشاد ہے: ان الحسین مصباح الهُدی و سفینة النجاة

جو بھی اس کشتی نجات میں سوار ہوگا وہ نجات پائے گا۔لہٰذااس کے تمام گناہ مٹادیے جاتے ہیں اور ھر قدم پر حسنات لکھے جاتے ہیں کیونکہ اس نے نجات کی کشتی کوانتخاب کیا ہے۔

امام حسن عسکری علیہ سلام نے فرمایا:

علامات المؤمن خمس: صلاة خمسين و زيارة الاربعين و التّختّم في اليمين و تعفير الجبين و الجهر بسم الله الرحمن الرحيم

امام علیہ السلام نے مؤمن کی علامات میں سے ایک علامت کو زیارت چہلم قرار دیا ہے یعنی زیارت چہلمِ امام حسینؑ منانامؤمن کی پہچان ہے۔اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث وروایات زیارت چہلم کی فضیلت واہمیت پر موجود ہے ان سب کو یہاں ذکر کرنا طوالت کا سب بنے گا۔

بطورِ خلاصہ بیان کرتا چلوں کہ چہلمِ امام حسینؑ اسلامی ثقافت کا عالمی مظہر ہے۔یہ توہم جانتے ہی ہیں کہ ثقافت و تمدن سے اقوام کی شناخت ہوا کرتی ہے۔لہٰذا دنیا میں مسلمانوں کی شناخت کے ذرائع میں سے ایک اہم وسیلہ چہلم حسینی کا یہ عظیم مارچ ہے جودینِ اسلام کے حقیقی پیغام کو دنیا تک پہنچانے کا بہترین ذریعہ اور وسیلہ ہے۔اس روز دنیا کے گوشہ وکنار سے مسلمان اپنے گھروں سے نکلتے ہیں۔کچھ چہلم کے ایام میں سرزمین عراق میں آتے ہیں اور نجف اشرف سے کربلا کاسفر پیدل طے کرکے اس عظیم عبادت واسلامی ثقافت کااحیا کرتے ہیں۔

اس عظیم اجتماع کے لیے عراقی عوام کی مہمان نوازی،خدمات اور زائرین کے لیے انتظامات بھی حیران کن اور قابل دید ہیں۔یہ سب کچھ عشق نبی ﷺ و عشقِ دین میں انجام دیا جاتا ہے۔قدیم زمانے سے لے کر آج تک مسلمانوں نے کبھی اس عمل کو ترک نہیں ہونے دیا بلکہ قدیم زمانے میں مسلمانوں نے نے عظیم قربانیاں دے کر اس عظیم

میراث و تمدن کی حفاظت کی ہے۔ ان کی قربانیوں کا ثمر ہے کہ آج یہ دن عالمی اسلامی ثقافت کا مظہر بن گیا ہے۔ خصوصا جب لوگوں نے کرونا کے خوف سے اپنے رشتہ داروں تک سے ملنا چھوڑ دیا ہے، اس وقت چہلم حسینی کو پوری آب و تاب کے ساتھ منایا جارہا ہے۔ نازک و سخت حالات میں بھی لاکھوں زائرین امام حسینؑ عراق پہنچ کر نجف سے کربلا کی طرف پیدل سفر کرتے ہوئے امام کی زیارت کے لیے رواں دواں ہیں۔

یقیناً خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو عقیدت، جذبہ عشق اور حق کے دفاع کا عزم لے کر امام عالی مقامؑ کے ہاں حاضری، تجدید عہد اور حق کے دفاع و باطل سے بیزاری کے لیے سرزمین عشق کربلا کی جانب روان دواں ہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ دنیا کی تمام مشکلات کا حل اسلامی تہذیب و ثقافت میں ہے اور اسلامی ثقافت کا محور حسینؑ ابن علیؑ ہے۔

زیارت اربعین اور ہماری زمہ داریاں

علی عمران ۔۔۔ مشہد مقدس

اہل بیت اطہار علیہم السلام کی روایتوں میں مختلف طریقوں سے زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام کی اہمیت بیان کی گئی ہے، مختلف روایتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر انسان، آئمہ اطہارؑ کا حق ادا کرنا چاہتا ہے تو ان کی قبر کی زیارت کو جائے ([2])

اپنی مرضی اور رغبت سے حضرت کی زیارت کو جانے کا مقصد آپ کے مکتب کے تائید ہے، اس کے نتیجے میں قیامت کے دن حضرت بھی اپنے زائرین کی شفاعت کریں گے [[3]]۔

زید شحّام، امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ ہم اہل بیت کا زائر ایسا ہے جیسے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا زائر عرش الہی پر خدا کا زائر ہے [[4]]۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو بھی اماموں میں سے کسی امام کی زیارت کو جائے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرے اس کے حق میں حج و عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا۔[[5]]

امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا: قبر رسول خداؐ کی زیارت، شہدا کی قبروں کی زیارت، امام حسینؑ کی قبر کی زیارت رسولخداؐ کے ساتھ انجام دئے ہوئے حج مقبول کے برابر ہے۔([6])

---

[2] ۔ بحارالانوار؛ ج97؛ ص116؛ ح1، عیون اخبار الرضا؛ ج2؛ ص260؛ ح24.

3 ۔ کلیات مفاتیح نوین؛ ص209.

4 ۔ کلیات مفاتیح نوین؛ ص209.

5 ۔ بحارالانوار؛ ج97؛ ص119؛ ح18 کامل الزیارات سے منقول؛ ص160؛ ح14؛ باب 65.

[6] ۔(وسائل الشیعہ، 10/ 278)

زیارت اربعین مؤمن کی علامت

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: علامات المؤمن خمس: صلاۃ احدی وخمسین، و زيارة الاربعين، والتختم باليمين (او في اليمين) و تعفير الجبين، والجهر ببسم الله الرحمن الرحيم ۔(7)

مؤمن کی پانچ علامتیں ہیں: 1۔ روزانہ 51 رکعت نماز ادا کرتا ہے (17 واجب اور 34 مستحب)،

2۔ زیارت اربعین پڑھنا۔

3۔ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا۔

4۔ مٹی پر سجدہ کرنا، 5۔

نماز میں بسم اللہ کو بآواز بلند پڑھنا۔

زیارت اربعین کی خاص تاکید

اربعین عربی زبان کا لفظ ہے اردو میں چالیسویں کو کہتے ہیں یعنی عاشورا سے بیس صفر کے دن امام حسینؑ اور شہدائے کربلا کی شہادت کو چالیس دن مکمل ہو جاتے ہیں۔

امام حسینؑ کے چہلم کے موقع پر زیارت کرنے کی بے پناہ فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے، اہل بیتؑ سے مروی بعض روایتوں میں امام حسینؑ کی زیارت کی فضیلت کے سلسلے میں جو لہجہ اور انداز اختیار کیا گیا ہے وہ ہر انسان کے لئے حیرت واستعجات کا موجب ہے۔ بعض روایتوں میں پیدل زیارت کرنے پر بہت زور دیا گیا ہے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کی زیارت کے لئے پیدل جانا بے پناہ فضیلت کا حامل ہے اور اس کے بے شمار فوائد و آثار بتائے گئے ہیں لیکن امام حسینؑ کی زیارت، خاص طور سے زیارت اربعین کے لئے پیدل سفر کرنے کی جتنی تاکید کی گئی ہے، اتنی تاکید کسی بھی امام کے لئے نہیں کی گئی ہے۔

---

7 ۔(سید بن طاووس اقبال الاعمال ج 3 ص 100) علامہ مجلسی بحار الانوار ج 85 ص 75 و ج 98 ص 348)۔

زیارت کے حوالے سے سینکڑوں روایات ہیں ان روایتوں میں سے بعض کا تذکرہ کرتے ہیں جن میں امام حسینؑ کی پاپیادہ زیارت کرنے کی تاکید کی گئی ہے :

1۔ ہر قدم کے بدلے ہزار نیکیاں

ابو صامت نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا :

جو شخص پاپیادہ امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جائے تو خداوند عالم اس کے نامۂ اعمال میں ہر قدم کے بدلے ہزار نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس سے ہزار گناہوں کو پاک کر دیتا ہے اور اس کا درجہ ہزار گنا بڑھا دیتا ہے۔ ([8])

2۔ حج و عمرہ اور جہاد کے برابر ثواب

بشیر دہان کا بیان ہے کہ ہماری اور امام صادق علیہ السلام کی ایک طویل گفتگو ہوئی، اس گفتگو کے آخر میں امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا :

اے بشیر ! بے شک ایک بندۂ مومن جب امام حسین بن علی علیہ السلام کی زیارت کے لئے جائے اور ان کے حق کو پہچانتا ہو (اور زیارت سے قبل) وہ فرات کے پانی سے غسل کرلے تو اس کے ہر قدم کے بدلے اس کے نامہ اعمال میں مقبول حج و عمرہ اور نبی یا امام عادل کی رکاب میں جنگ و جہاد کرنے کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے ۔ ([9])

3۔ دس گنا نیکیوں کا ثواب

رفاعہ بن موسیٰ سے منقول ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا :

امام صادق علیہ السلام : بے شک جو شخص زیارت کے لئے قبر امام حسینؑ کی جانب معرفت رکھتے ہوئے جائے (اور زیارت سے قبل) فرات میں غسل کرے اور پانی سے خارج ہو تو وہ اس شخص کے مانند ہو جاتا ہے جو گناہوں سے

---

[8] ۔ بحار الانوار، علامہ مجلسی ج98 ص143

[9] ۔ بحار الانوار ، علامہ مجلسی ج98 ص143

باہر نکلتا ہے۔ لہٰذا جب وہ باب الحسین تک پہنچتا ہے تو جیسے جیسے قدم اٹھاتا ہے خداوند عالم اس کے لئے دس نیکیاں لکھتا ہے اور دس گناہوں کو پاک کر دیتا ہے ۔([10])

4۔ حرم امام حسینؑ، حرم الٰہی

حسین بن ثویر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا:

جب تم سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاؤ تو پہلے نہر فرات میں غسل کرو اور پاکیزہ لباس پہنو، پھر پا پیادہ راستہ طے کرتے ہوئے حرم تک جاؤ؛ تم سمجھ لو کہ اس وقت تم خدا اور رسول خداؐ کے حرم میں ہو ، تمہارے لئے ضروری ہے کہ تکبیر کہو اور لا الہ الا اللہ کا ورد کرو ۔([11])

5۔ ملائکہ زائر امام حسینؑ کے موکل ہوتے ہیں

علی صائغ سے منقول ہے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے علی! امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاؤ اور اسے ترک نہ کرو۔ علی صائغ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا: امام علیہ السلام کے زائر کون سا اجر و ثواب دیا جاتا ہے؟

امام نے فرمایا: جو شخص امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاتا ہے تو خداوند عالم اس کے ہر قدم کے بدلے ایک حسنہ لکھتا ہے اور اس کے گناہ کو پاک کر دیتا ہے اور اس کا مرتبہ ایک درجہ بلند کر دیتا ہے۔ لہٰذا جب وہ قبر امام حسینؑ پر پہونچتا ہے تو خداوند عالم دو فرشتوں کو مامور فرماتا ہے تاکہ اس کے منہ سے اس وقت جو بھی خیر و نیکی کی باتیں خارج ہوں وہ سب اس کے نامہ اعمال میں تحریر کریں، اگر کسی ایسی چیز کا مطالبہ کرے کہ وہ اس کے لئے مناسب نہ ہو تو اسے نہ لکھیں؛ جب وہ زیارت کرکے واپس ہونے لگتا ہے تو فرشتے اسے وداع کرتے ہوئے کہتے ہیں: اے خدا کے محب! تمہاری مغفرت کر دی گئی ہے، تم خدا، رسول اور اہل بیت طاہرینؑ کے گروہ میں سے ہو، خدا کی قسم! تم

---

[10] ۔ بحار الانوار ج98 ص147

[11] ۔ بحار الانوار ج98 ص152

کبھی بھی اپنی آنکھوں سے آتش جہنم کو نہیں دیکھوگے اور آتش جہنم بھی تم کو نہیں دیکھے گی اور تمہیں جلائے گی نہیں ۔([12])

زیارت کے آداب

اس نورانی سفر کے عجیب آداب بتائے گئے ہیں، اگرچہ بہت سارے آداب کتب میں موجود ہیں لیکن ہم یہاں امام کی ایک روایت پر اکتفا کرتے ہیں: ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی؛ جب ہم آپ کے جد امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے نکلتے ہیں تو کیا ہم حج کے سفر میں ہوتے ہیں؟اس کام کی مانند ہے جو ہم حج کے لیے کرتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا؛ جی ہاں ، راوی نے کہا: آیا ہم پر وہ سب کچھ لازم ہوتا ہے جو ایک حاجی پر لازم ہوتا ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا: ہاں، ایسا ہی ہے اور اس کے بعد آپ نے موارد گنوائے اور فرمایا:

۱۔اچھی ہمراہی کرنا،

۲۔ساتھیوں پر مہربانی کرنا تم پر لازم ہے،

۳۔اسی طرح تم پر لازم ہے کہ ضروری اور اچھی باتوں کے علاوہ کوئی بات نہ کرو،

۴۔تم پر لازم ہے کہ زیادہ خدا کا ذکر کرو،

۵۔تم پر لازم ہے کہ تمہارا لباس صاف اور پاکیزہ ہو،

۶۔تم پر لازم ہے کہ زیادہ سے زیادہ نماز پڑھو اور صلوات کا ورد کرو،

۷۔تم پر لازم ہے کہ اپنی آنکھیں بند رکھو (اِدھر اُدھر نگاہیں نہ دوڑاؤ)،

۸۔کسی کو کوئی حاجت ہو تو اس کی حاجت پوری کرو، اور اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو: [13]

---

[12] بحار الانوار ج98 ص 24

[13] ۔! "قُلتُ لَہُ إِذَا خَرَجْنَا إِلَی اَبِیکَ اَفَکُنّا فِی حَجٍّ قَالَ بَلَی، : "قُلتُ فَیَلزَمُنَا مَا یَلزَمُ الحَاجَّ قَالَ مِنْ مَاذَا قُلتُ مِنَ الاَشیَاءِ الَّتِی یَلزَمُ الحَاجَّ"۔ قَالَ یَلزَمُکَ حُسنُ الصَّحَابَۃِ لِمَن یَصحَبُکَ وَیَلزَمُکَ قِلَّۃُ الکَلَامِ إِلَّا بِخَیرٍ وَیَلزَمُکَ کَثرَۃُ ذِکرِ اللّٰہِ وَیَلزَمُکَ نَظَافَۃُ الثِّیَابِ وَیَلزَمُکَ الغُسلُ قَبلَ اَن تَاتِیَ الحَائِرَ وَیَلزَمُکَ الخُشُوعُ وَکَثرَۃُ الصَّلَاۃِ وَالصَّلَاۃُ عَلَی مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَیَلزَمُکَ التَّوقِیرُ لِاَخذِ مَا لَیسَ لَکَ وَیَلزَمُکَ اَن تَغُضَّ بَصَرَکَ وَیَلزَمُکَ اَن تَعُودَ إِلَی اَہلِ الحَاجَۃِ مِن إِخوَانِکَ إِذَا رَاَیتَ مُنقَطِعاً وَالمُوَاسَاۃُ» (کامل الزیارات/131)"

کیا مقام ہے ان لوگوں کا جو اس راہ میں امام حسین علیہ السلام کے زائرین کی خدمت کرتے ہیں۔

زیارت کی اہم شرط

انبیاء و معصومین اور اولیاء کی زیارت کی سب سے اہم شرط ان کی معرفت ہے۔

سوال یہ ہے کہ حق معرفت کسے کہتے ہیں؟

حق معرفت یعنی زائر کو حقِ امام کی معرفت ہو اور حق امام کیا؟ اس سلسلہ میں موجود روایات میں ملتا ہے کہ امام کا حق یہ ہے کہ زائر اس امام کو مفترض الطاعۃ یعنی امام کی اطاعت کو واجب جانے۔

اگر کوئی کربلا نہ جاسکے

زیارت امام حسینؑ کے لئے جہاں روضہ اقدس پر حاضری دینے کی تاکید ہوئی ہے وہاں دور سے بھی زیارت کرنے کی سفارش ہوئی ہے اگر کوئی شخص کسی مجبوری کی بنا پر زیارت کے لیے نہ جاسکے تو احادیث میں دور سے زیارت کرنے کو بھی مستحب قرار دیا گیا ہے۔ اس کا طریقہ ہے:

غسل زیارت، پاکیزہ لباس پہننا اور گھر کی چھت پر یا پھر بیاباں میں جا کر زیارت پڑھنا مستحب ہے۔ اسی طرح زیارت سے پہلے یا بعد میں دو رکعت نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ امام صادقؑ سے ایک حدیث نقل ہے کہ جو کوئی اپنے گھر میں غسل کرے اور کسی بلندی پر جا کر امام حسینؑ کی خدمت میں سلام عرض کرے تو گویا اس شخص نے امامؑ کی زیارت کی ہے([14])۔

ہم اور اربعین واک

کربلا کے لیے پیدل واک اصل ہے اور ہمارے ہاں یہ واک اسی کی ایک شاخ ہے۔ جیسا کہ اربعین کے حوالے سے بہت زیادہ روایات وارد ہوئی ہیں اس دن کو زیارت کے ساتھ مخصوص کیا ہے ہمارے نبی کریمؐ کے صحابی جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے اربعین کو مولا حسینؑ کی زیارت کی اور صدیوں سے ہمارے علماء کا طریقہ رہا ہے وہ نجف و عراق

---

[14] ۔ فرہنگ فقہ، ۱۳۸۹ش، ج۴، ص۳۲۹۔

کے مختلف شہروں سے پیدل چل کر کربلا معلیٰ جاتے اور مولا حسینؑ سے عشق و محبت کا اظہار کرتے رہے ہیں آج ہم بھی اپنے ملک عزیز کے کونے کونے سے اربعین کے دن پیادہ روی کرے کے پوری دنیا کو سید الشہداء امام حسینؑ کی مظلومیت بتانا چاہتے ہیں اور یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ہم حسینی ہیں جب تک ہماری سانس میں سانس اور بدن میں جان ہے ہم حسینؑ کے حامی ہیں تاکہ ہر یزید پرست اور یزید صفت کو معلوم ہو جائے کہ حسین جیسے یزید جیسوں کی پیروی نہیں کرتے۔

اربعین واک میں چند باتوں کا خاص خیال رکھا جائے

ا۔ اے میرے مولا کے زائر اور خادمین زائر یہ پیدل واک فقط مولا امام حسینؑ کے لیے ہونی چاہیے ایسا محسوس کریں کہ مولا آپ کے ساتھ ہیں۔

۲۔ خیال رہے پیادہ روی کے دوران آپ کی وجہ سے کسی کو اذیت نہ ہو۔

۳۔ اربعین کا دن زیارت، گریہ اور غم کا دن ہے اس دن مولا کو ہر لمحہ یاد کریں، میل جول کم رکھیں۔

۴۔ سبیل اور لنگر بنانے والے مومنین سے گذارش ہے مومنین کی بھوک مٹانے کے لیے مناسب طعام کا اہتمام کریں، طرح طرح کے کھانوں اور لذیذ ڈشوں اور تکلفات سے پرہیز کیا جائے۔

۵۔ اربعین واک میں ایسے بینرز یا نقشے بنوائیں ان پر وہ مناظر پیش کیے جائیں جس سے شہدائے کربلا کی مظلومیت یاد تازہ ہو جائے۔

۶۔ اربعین واک کسی فیسٹیول یا رسم کا نام نہیں ہے بلکہ وقت کے امام سے تجدید عہد کا نام ہے۔

۷۔ اربعین کی یہ پیادہ روی مجالس اور عزاداری میں خلل ایجاد نہ کرے اس کیلئے پہلے سے راستوں کا تعین کر لیا جائے۔

۸۔ موکب اور مشی کے الفاظ اصل نجف و کربلا میں استعمال ہوتے ہیں اور ہمارے ہاں سبیل اور پیادہ روی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا کوشش کریں یہی اردو کے الفاظ استعمال کئے جائیں، ایسا نہ ہو کہ عربی کے الفاظ کو اتنا عام کر دیا جائے کہ لوگ اصل مشی کو بھول جائیں یا کم اہمیت ہو جائیں۔

۹۔ سب سے اہم نکتہ // سب مومنین پیادہ روی کا وقت مشخص کریں پیادہ روی کے ساتھ ساتھ مجالس اور جلوسوں میں بھی شرکت کریں ایسا نہ ہو کہ پیادہ روی اور مجالس جدا جدا نظر آنے لگیں۔

حرف آخر: یاد رہے؛ ہمارے اہلسنت برادران جو اہلبیت سے محبت رکھتے ہیں وہ بھی آپ کے ساتھ شریک ہوں گے لہٰذا خود بھی رعایت کریں اور انہیں بھی اربعین حسینیؑ کا مقصد بتائیں۔ یہ پیادہ روی پیغام حسینیؑ کو پہنچانے کا بہترین موقع ہے اس سے یزیدیت کو بے نقاب کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

اربعین حسینیؑ اور جرات و سچائی

حیدر علی ڈومکی ۔۔۔ قم المقدس ایران

واقعہ کربلاکے بعد کربلاکے پتپتے ہوئے صحرا میں حضرت ابا عبداللہ امام حسینؑ ،ان کے اہل بیت (س) اور ان کے با وفا ساتھیوں کی بے نظیر قربانیوں کے بعد اہل بیت کی خواتین اور بچوں کی اسیری کا آغاز ہوا جس کے ذریعہ اِن قیدیوں نے پیغام کربلا کو دنیاکے کونے کونے تک پہنچادیا۔

حضرت زینب س اور حضرت امام سجاد ع نے اپنے خطبات اور حقائق کو بیان اور واضح کرنے کے ذریعے دراصل ایک مضبوط ومستحکم میڈیا کی مانند واقعہ کربلاکے مقاصد، اہداف، اُس کے مختلف پہلووں اور ایک انقلابی اور زندہ سوچ کو جہاں جہاں بھی انہیں موقع ملا پھیلا دیا۔

ظلم، استبدادی نظام حکومت کی ایک علامت ایک گھٹے ہوئے سیاسی ماحول کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اُس تنگ و تاریک دور میں لوگوں میں اِس بات کی فرصت و جرات نہیں ہوتی کہ اُنھوں نے جن حقائق کو سمجھا ہے اُسکے مطابق عمل کرسکیں۔اِس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اولاً ظلم واستبداد کی بنیادوں پر قائم حکومتی نظام اِس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ لوگ حقائق کو سمجھیں اور اگر لوگ اُس کی مرضی اور خواہش کے بر خلاف سمجھ بھی جائیں تو ظالم و مستبدانہ نظام حکومت اُنہیں اِس بات کی قطعی اجازت نہیں دے گا کہ جو کچھ اُنھوں نے سوچا اور سمجھا ہے اُسے عملی جامہ پہنا سکیں۔

کوفہ اور شام جیسے شہروں میں جہاں سیاسی اصطلاح کے مطابق دباؤاور گھٹن کاماحول تھااور کربلا سے اِن شہروں کے درمیانی راستے میں لوگوں کی ایک بڑی تعداد حضرت زینب س یاامام سجادع کی زبانی یاان اسیروں کی حالت زار دیکھ کر بہت کچھ سمجھ گئے تھے لیکن کسی میں یہ طاقت وجرات نہیں تھی کہ وہ ظلم وستم کے اُس حکومتی نظام کے خلاف اور اُس سیاسی دباؤکے دور میں جو کچھ اُس نے سنااور سمجھا ہے اُسے اپنی زبان پر لائے ! یہ واقعہ اور یہ تمام حقائق ایک پھندے کی صورت میں مومنین کے حلق میں پھنسے ہوئے تھے۔ لیکن اِس احساس اور پھندے نے چہلم کے دن اپنا

حصار توڑ دیا اور چشمہ بن کر کربلا میں پھوٹا سید ابن طاووس اور دوسرے بڑے علماء نے لکھا ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ حضرت زینب س اور امام زین العابدین ع کے ساتھ دوسرے قیدیوں کے ہمراہ چہلم کے دن کربلا میں داخل ہوا تو وہاں صرف رسول اللہ ص کے جلیل القدر صحابی حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری اور عطیہ عوفی ہی موجود نہیں تھے بلکہ قبیلہ بنی ہاشم کے کئی لوگ وہاں امام حسین ع کی قبر مطہر کے گرد موجود تھے اور اُن سب نے حضرت زینب س کا استقبال کیا۔

شاید حضرت زینب س کی مدبرانہ ولائی سیاست کہ جس کے مطابق اُنہوں نے شام سے مدینے جاتے وقت کربلا جانے پر اصرار کیا، کا مقصد یہ تھا کہ اربعین کے دن کربلا میں یہ چھوٹا سا مگر پُر معنی اجتماع منعقد ہو سکے۔ بعض مؤرخین نے اِس بات کو بعید الوقوع جانا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اسیروں کا یہ قافلہ شام سے کربلا تک امام حسین ع کے چہلم کے دن پہنچ سکتا ہے۔ آیت اللہ قاضی شہید نے اِس بارے میں ایک تفصیلی بحث کی ہے اور یہ بات ثابت کی ہے کہ ایسا ہوا ہے۔ بہر حال جو کچھ قدیم علماء نے بیان کیا ہے اس طرح سے ہے:

جب حضرت زینب س اور خاندان اہل بیت ع کے دوسرے افراد اربعین کے دن کربلا میں وارد ہوئے تو وہاں عطیہ عوفی، جابر ابن عبداللہ انصاری اور بنی ہاشم کے کچھ لوگ موجود تھے

کربلا اور انقلابی تحریکوں کا آغاز

یہ سب درحقیقت اُس ہدف کے محقق ہونے کا ثبوت ہے جو امام حسین ع اور اُن کے اصحاب واہل بیت س کی شہادتوں کی وجہ سے یقینی تھا، یعنی کربلا کے عالمی اور انقلابی افکار کو لوگوں تک پہنچانا اور اُنہیں یہ طاقت وجرات دینا کہ وہ ظلم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں۔

اِسی واقعہ کے بعد سے ہی قیام توابین کا آغاز ہو گیا۔ اگرچہ توابین کی تحریک کو سرکوب کر دیا گیا لیکن اُس کے کچھ ہی عرصے بعد کوفے میں حضرت مختار اور دوسرے دلاوروں نے قیام کیا جس کا نتیجہ بنی اُمیہ کے ظالمانہ اور خبیث حکومتی نظام کے خاتمے کے طور پر ظاہر ہوا۔ قیام مختار کے بعد مروانیوں کے سلسلے کا آغاز ہوا اور اس دور میں بھی

یہ جنگ اور مبارزہ جاری رہا۔ یہ اربعین کی خصوصیت ہے۔اِسی لئے اربعین حسینی میں حقائق کو بیان کرنے کی جرات، عمل، اور شہادتوں کے مقاصد واہداف کو عملی جامہ پہنانے کی قدرت اور طاقت موجود ہے۔

زیارت وزائرین کی اہمیت ولی امرالمسلمین کی نظر میں

اربعین حسینی کے اجتماع کو ایک نقطہ نگاہ سے، تحریک عاشورا کے تحفظ کی ایک دیرینہ روایت قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن ایک اور نقطہ نظر سے اربعین حسینی کا پرشکوہ ملین مارچ، عظیم سیاسی اور اجتماعی کارکردگی کا مظہر ہے۔اس عظیم اجتماع کے انعقاد کی اہمیت، اربعین کی ثقافت کے جاری وساری رہنے اور دینی اقدار کے محور میں سماج پر پڑنے والے اس کے اثرات میں پنہاں ہے۔

اربعین کا عظیم اجتماع اس وقت عالم اسلام کی ایک نشانی اور علامت میں تبدیل ہوگیا ہے کہ جو درحقیقت ظلم سے مقابلے کے خلاف انسانی معاشروں اور مسلمانوں میں بیداری کے پہلو کو آشکارا کر رہا ہے۔ یہ چالیس روز ایک مناسب موقع ہے تاکہ لوگ امام حسین علیہ السلام سے اپنے عشق و محبت کے جذبے کو ہر سال تازگی بخشیں اور اربعین کو ہر سال گذشتہ سال سے زیادہ عاشقانہ اور والہانہ انداز میں منائیں۔

کوئی مسئلہ نہیں کہ ہم اسے چہلم کہیں یا اربعین، 20 صفر شہدائے کربلا اور سرور وسالار شہیدان کے پیغام کو زندہ و تابندہ رکھنے کے لئے تجدید عہد ووفا کا دن ہے۔

رہبر انقلاب اسلامی نے اس سے قبل بھی اپنے ایک خطاب میں اربعین ملین مارچ کو ایک عظیم تاریخی حقیقت اور عظمت الہی کا مظہر قرار دیا تھا۔آپ نے فرمایا کہ عاشقان حسینی کے اربعین ملین مارچ نے دنیا والوں کو دکھادیا کہ یہ راہ عشق بصیرت کے ساتھ ہے۔ رہبر انقلاب اسلامی نے فرمایا کہ اس عظیم نعمت الہی کا شکر ضروری ہے۔آپ نے فرمایا کہ اس نعمت الہی کا شکریہ ہے کہ اربعین ملین مارچ کے دوران جو برادری، اخوت بھائی چارے، مہربانی اور عشق ولایت کا جذبہ کارفرما ہا اس کو محفوظ رکھا جائے۔

اس لئے یہ عظیم اجتماع بذات خود اسلامی مذاہب کے درمیان اتحاد کے منشور کی حیثیت سے مورد توجہ قرار پا سکتا ہے۔اس بناء پر اربعین حسینی میں نجف سے کربلا تک کا پیدل مارچ، مشترکہ عقائد واقدار کا مظہر ہے جو اجتماعی قدم اٹھائے جانے اور انفرادیت سے دوری اختیار کرنے کا سبق دیتا ہے۔اس لئے بلا وجہ نہیں ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی، خاص طور پر آل سعود حکومت اور داعش جیسے تکفیری گروہ، اربعین حسینی کے عظیم اجتماع میں اتحاد و وحدت کا عنصر دیکھ کر بو کھلائے ہوئے ہیں اور اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔

رہبر انقلاب اسلامی نے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے کہ اربعین حسینی کی یہ مشی یا پیدل مارچ ایک بہت ہی عظیم واقعہ ہے جس کو انجام دینے کے لئے خداوند عالم نے اہلبیت اطہار علیہم السلام کے پیروکاروں کو منتخب کیا ہے فرمایا کہ اس نعمت پر خداوند عالم کا شکرادا کرنا چاہئے۔آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای نے فرمایا کہ اربعین حسینی کا یہ اجتماع اہل بیت اطہار علیہم السلام کے پیروکاروں اور عقیدت مندوں کا ایک انتہائی پرشکوہ اور خوبصورت کارنامہ ہے۔

اسلامی تمدن اور حسینی اقدار

نذر حافی

اسلامی تمدن اپنی عظمت کے اعتبار سے منفرد اور یکتا ہے۔اسے یہ شرف حاصل ہے کہ اس کا سنگِ بنیاد اشرف البشر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھا ہے۔ جو لوگ حضرت محمد ﷺ کی نبوّت پر ایمان نہیں رکھتے وہ بھی یہ مانتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک انتہائی موثر شخصیت کے حامل رہبر ہیں۔آپ کی شخصیت نے جتنی بڑی تعداد میں نوعِ بشر کو متاثر کیا ہے اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ پیغمبرِ اسلام نے مکے کی غیر متمدن سنگلاخ چٹانوں کے درمیان ایک ایسے تمدن کی بنیاد رکھی کہ وہ دنیاوی واخروی عقائد و نظریات کے اعتبار سے ایک لاثانی تمدن ہے۔ جتنا یہ تمدن عظیم ہے اتنی ہی اس کی اقدار بھی اعلیٰ وارفع ہیں۔

اسلامی تمدن سے پہلے اہلِ مکہ بُتوں کو پوجتے تھے، عورتوں کو زندہ دفن کرتے تھے، مردار، سود اور طرح طرح کی غلاظتیں کھاتے تھے، گندے جوہڑوں کا پانی اور شراب پیتے تھے، بیٹیوں کو ننگ و عار کا باعث سمجھتے تھے جبکہ نسلی امتیازات، لڑائی جھگڑوں، گالی گلوچ اور لوٹ مار پر فخر کرتے تھے، انسانوں کو غلام بنانے کا رواج عام تھا، غلاموں کو جانوروں کی طرح فروخت کرتے تھے، جنگوں میں لاشوں کا مثلہ کرنے کو بہادری سمجھتے تھے۔ بلا شک و شبہ نبی اکرم ﷺ نے ایسے غیر متمدن سماج کی کایا پلٹ دی۔آپ نے ان غیر مہذب لوگوں کو اپنی ہی تہذیب و تمدن کے خلاف توحید کے پرچم تلے جمع کیا۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد جب اسلامی تمدن اتنا کمزور ہو گیا کہ ظہورِ اسلام سے پہلے کے سفاک لوگ دوبارہ اسلامی ریاست پر قابض ہو گئے تو اس وقت شہدائے کربلا کے خون نے اسلامی تمدن کیلئے آبِ حیات کا کام دیا۔یہ امر کسی سے بھی مخفی نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت امام حسینؑ وہ دوسری بڑی شخصیت ہیں جنھوں انسانوں کو ایک بڑی سطح پر متاثر کیا ہے۔انسانی قلوب واذہان پر آپ کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد ساری دنیا

میں دینِ اسلام آپ کے نام یعنی حسین ابنِ علیؑ کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ ساری دنیا یہ تسلیم کرتی ہے کہ حقیقی دینِ اسلام وہی ہے جس پر ۶۱ھ میں حسین ابنِ علیؑ نے اپنے خون کے ساتھ دستخط کیئے ہیں۔ حسین ابنِ علیؑ کے بغیر جو اسلام ہے اس کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ حقیقی اسلام نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تمدن اور حسینی اقدار لازم و ملزوم ہیں۔

تمدن سے مراد ایسی زندگی ہے جس میں انسان کی مادی و معنوی ضرورتیں اس کے عقائد اور زمانے کے مطابق پوری ہوں سماجی رویوں اور اجتماعی آداب میں اصلاح، کانٹ چھانٹ اور دیکھ بھال نیز ایک نسل سے اگلی نسل کو منتقل ہونے والا رسم و رواج اور طرزِ رہن سہن یہ سب تمدن کی آغوش میں پنپتا ہے۔ کوئی بھی قوم جتنی مہذب ہوتی ہے اس کا تمدّن اتنا ہی عالی ہوتا ہے۔

جب ہم تمدن کی بات کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کی ہر قوم کے پاس کچھ مخصوص ایام، آداب و رسوم، عبادات و مناجات، ہیروز، رول ماڈلز اور یادگار تاریخی واقعات ہوتے ہیں جو کسی تمدن کو تشکیل دیتے ہیں۔ جیسے یہودیوں کے ہاں اُن کے اپنے نحس و بد ایام، رسوم و رواج اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ناقابلِ فراموش ہیرو کے طور پر ہیں۔ اسی طرح عیسائیوں کے پاس اُن کی اپنے سعید و نحس دن، خوش بختی و بد بختی کے قصے، تاریخی واقعات اور حضرت عیسی علیہ السلام بطورِ ہیرو، آئیڈیل اور نمونہ عمل ہیں۔ ایسا ہر تمدن میں ہوتا ہے۔

پاکستان میں بھی راجپوتوں کی ایک سوگوار شاخ پائی جاتی ہے۔ اس شاخ کا نام ریباری ہے۔ ہمارے ہاں یہ ریباری قبیلہ صحرائے تھر میں پایا جاتا ہے۔ جبکہ ہندوستانی گجرات، راجستھان، ننگر پارکر، بدین اور عمر کوٹ میں بھی اس قبیلے کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ آج سے سات سو سال پہلے یعنی سن ۱۳۰۰ عیسوی میں ہندوستانی بادشاہ علاء الدین خلجی، یہ راجستھان میں مقیم اس قبیلے کی ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا۔ اس کی حرکات سے قبیلے والوں کو اپنی عزت و ناموس کا کھٹکا لگ گیا۔ وہ راجستھان سے بھاگ کر سندھ کے رن کچھ اور ننگر پارکر کی طرف چلے گئے، وہاں اس وقت سومرو خاندان کے سردار دودو سومرو کی حکومت تھی۔ اس نے ان مفرورین کو اپنے ہاں پناہ دے دی۔ دوسری

طرف مخبروں کی اطلاع کے مطابق علاء الدین نے دودو سومر سے استفسار کیا۔ ساتھ ہی دودو سومرو سے اس کی بہن باگھل بائی کا رشتہ بھی مانگا۔ دودو سومرو کے صاف انکار نے علاء الدین خلجی کو مشتعل کر دیا۔ وہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ دودو سومرو پر حملہ آور ہوا اور اس نے دودو سومرو کو تہہ تیغ کر دیا۔ وہ دن اور آج کا دن، ریباری قبیلہ اپنے اس محسن اور عظیم شخص کی یاد میں سوگوار ہے۔ اس قبیلے کی خواتین گزشتہ سات سو سال سے سیاہ لباس پہنتی ہیں۔ ۱۹۷۰ میں ننگر پارکر، میرپور خاص اور بدین کے راجپوتوں اور سومرو قبیلے کے بزرگوں نے وہاں کی ریباری برادری کا سوگ ختم کرایا ہے لیکن دیگر مناطق میں یہ سوگ ابھی تک جاری ہے۔ جاری سوگ کا یہ عالم ہے کہ وہاں دلہن کے اوپر بھی سیاہ چادر ڈالی جاتی ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی کا کوئی عزیز یا رشتے دار فوت ہو جائے تو اس کا سوگ چند دن ہی ہوتا ہے لیکن اگر کسی قوم کا رول ماڈل یا ہیرو ظلم و بربریت کا شکار ہو جائے تو وہ قوم نسل در نسل رنج و غم اور دکھ و سوگ میں مبتلا رہتی ہے۔ کسی بھی قوم کا وجدان، ضمیر اور باطن جتنا زندہ ہوتا ہے وہ اپنے محسن، رول ماڈل اور ہیرو کو اتنا ہی یاد کرتی ہے اور اپنے رول ماڈل کے قاتلوں سے اتنی ہی نفرت کرتی ہے۔ آیئے دیکھئے کہ کربلا نے بھی اسلامی تمدن کو حضرت امام حسینؑ جیسا رول ماڈل عطا کیا ہے۔

ا۔ اسلامی تمدن اور حسینی اسوہ

ہر تمدن کو رول ماڈل (اسوہ حسنہ) کی ضرورت ہوتی ہے۔ دینِ اسلام کا اپنا ایک خاص اور جداگانہ تمدن ہے۔ کربلا نے اسلامی تمدن کو حسین ابن علی جیسا حق گو اور بے باک رول ماڈل اور نمونہ عمل دیا ہے۔ مسلمانوں کے ہاں آپ کی یاد کی محافل و مجالس اور جلسے جلوسوں میں جرات و شجاعت اور شہادت پروری پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ اسی طرح ان محافل و مجالس اور جلوسوں میں نسل در نسل منتقل ہونے والی اسلامی ثقافت کی جھلک بھی نمایاں ہوتی ہے۔ محرم الحرام، روزِ عاشور اور چہلمِ امام کے موقع پر ایثار و فداکاری، حق گوئی و بیباکی، اصول پرستی و جرات کی ایک نئی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ان ایّام میں مسلمانوں میں موجود تمام معنوی و مادی و ملکوتی و روحانی اقدار اور صلاحیتیں اپنا

رنگ دکھانے لگتی ہیں۔ تاہم اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر امام حسینؑ جیسی اعلیٰ وارفع شخصیت کسی اور دین کے پاس ہوتی تو اس دین کے پیروکار اس شخصیت سے استفادہ کرکے ساری دنیا کو اپنے اندر جذب کر لیتے۔

۲۔اسلامی تمدن اور حسینی توحید

اسلامی تمدن کا محور توحید ہے۔ امام حسین کا مقصد اسلامی معاشرے کو پیغمبرِ اسلام کے زمانے کی طرح توحید کی صحیح لکیر پر واپس لانا تھا۔اس لکیر کو روشن اور نمایاں کرنے کیلئے امام عالی مقام نے اپنا اور اپنے عزیز واقارب کا خون پیش کیا۔امام حسینؑ نے بتایا کہ توحید صرف بحث کرنے کی چیز نہیں بلکہ اپنی زندگیوں میں عملی کرنے کی چیز ہے۔آپ نے اپنا سر کٹا کر یہ واضح کر دیا ہے کہ توحید صرف اذانوں اور نمازوں تک محدود نہیں ہے۔ توحید کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ مسلمان صرف ایک خدا کی نماز پڑھتے رہیں بلکہ توحید کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی عبادات و مفادات، جینا و مرنا، شادی و پریشانی، خوشی و غم، دوستی دشمنی، جنگ و صلح، دشمنی و رشتے داری، آداب و رسوم سمیت ہر فعل اور ہر شعبہ صرف اور صرف خدائے وحدہ لاشریک کے لئے ہو۔

پرچمِ توحید کے علمبردار ہونے کے ناطے اسلامی تمدّن میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو ایک رول ماڈل، ہیرو اور نمونہ عمل کی حیثیت حاصل ہے۔ مسلمانوں کے ہاں آپ کو محسنِ اسلام کا درجہ حاصل ہے۔ چونکہ اگر اکسٹھ ہجری میں آپ اپنے آپ کو خدائے وحدہ لاشریک کی توحید اور یکتائی پر قربان نہ کرتے تو اسلامی تمدن کا شیرازہ بکھر جاتا۔چنانچہ سارے عالمِ اسلام میں حضرت امام حسینؑ سے منسوب ایام کو اور خصوصا چہلمِ امام حسینؑ کو انتہائی عقیدت واحترام اور دینی جوش وجذبے کے ساتھ منایا جاتا ہے۔

سید الشہداء اور ان کے ساتھیوں نے اپنے طرز عمل سے خدا کی برتری اور توحید کا نمایاں اظہار کیا ہے۔انہوں نے ثابت کیا ہے کہ اگر خدا کی رضا اور غیر خدا کی خوشنودی میں سے ایک کو انتخاب کرنا پڑے تو صرف خدائے واحد کی رضا کو اختیار کریں۔ یہ دنیا کے تمام مسلمانوں کے لیے امام حسینؑ کا اٹل فیصلہ ہے۔

آپ کی شہادت سے یہ درس ملتا ہے کہ جو خدا کو وحدہ لاشریک مانتا ہے چاہے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں اُسے شکست نہیں دی جا سکتی۔آپ نے سارے زمانے کو دکھا دیا ہے کہ جو خدا کی راہ میں سر خم کر دے،اس کا سر کاٹا تو جا سکتا ہے لیکن جھکایا نہیں جا سکتا۔

۳۔اسلامی تمدن اور حسینی معنویت

اسلامی تمدن کی روح یادِ خدا ہے۔اگر کوئی شخص، ملت، معاشرہ یا تمدن یادِ خدا سے غافل ہو جائے تو اس کی حیثیت ایک مردار کی سی ہے۔ اسلامی تمدن میں خدا کی یاد انسانوں کو ایک دوسرے سے جوڑے رکھتی ہے۔ خانہ کعبہ میں جب موت امام حسینؑ کے سر پر کھڑی تھی تو پھر بھی آپ نے لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف ہدایت کی اور روحانیت و معنویت سے بھرپور ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔

اسلامی تمدن میں ہر لمحے خدا کی طرف توجہ اور اس کی یاد بہت ضروری ہے۔ معنویت کو نظر انداز کرنا اسلام اور مسلمان کی حقیقی موت ہے۔ چنانچہ تاریخ میں یہ ذکر ہے کہ عاشورہ کی رات بھی خیام حسینیؑ میں عبادتِ خدا اور تلاوت قرآن جاری رہی۔جب دشمن نے شبِ عاشور کی شام کو جنگ کرنا چاہی تو امام حسینؑ نے قمر بنی ہاشمؑ سے کہا کہ خدا جانتا ہے کہ میں نماز پڑھنے ، قرآن کی تلاوت کرنے اور خدا سے مناجات و دعا کرنے کو بہت پسند کرتا ہوں۔امامؑ کا یہ طرزِ عمل اسلامی سماج کے ہر خاص و عام کو یہ پیغام دیتا ہے کہ انسان کو ہر حال میں اپنی اصلاح و روحانیت اور معنویت کو مقدم رکھنا چاہیے۔اگرچہ امام حسینؑ،جنت کے سردار تھے اور ایک عظیم منصب پر فائز تھے اس کے باوجود آپ خدا کی عبادت اور اس کے ساتھ راز و نیاز کیلئے ایک رات کی فرصت مانگی۔

۴۔اسلامی تمدن اور حسینی غیرت

اللہ نے انسان کو غیرت، عزت اور کرامت سے نوازا ہے۔ جس تمدن میں انسان کی غیرت اور عزتِ نفس محفوظ نہ ہو اس میں باوقار اور باشرف انسان زندگی نہیں گزار سکتے۔امام حسینؑ نے اپنے عمل سے انسان اور انسانی اقدار کی

بقا کیلئے عزتِ نفس اور غیرت کی خاطر ڈٹ جانے کو ضروری قرار دیا ہے۔آج بھی جب انسان جب شھدائے کربلا کی یاد میں باہر نکلتا ہے، ان کے پرچم، علم، ذوالجناح اور جلوس وغیرہ دیکھتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ اللہ اپنے خود دار اور غیرت مند بندوں کی یاد کو کیسے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ شہدا کربلا کے جلوسوں میں انسان شہدا کی عظمت و دبدبے کا نظارہ کرتا ہے۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ اللہ نے انسان کو عزت و کرامت عطا کی ہے لہٰذا جو لوگ اس عزت و کرامت کی قدر کرتے ہیں اور اپنی عزت نفس کو مرنے نہیں دیتے وہی عظیم لوگ کہلاتے ہیں۔ کربلا کا یہی درس ہے کہ عزتِ نفس کھو کر ذلت کی زندگی جینے سے عزت کی موت بہتر ہے۔شہدائے کربلا کو یاد کرنے سے یہ احساس انسان کو گھیر لیتا ہے کہ عزت نفس سے محروم ہو کر ظالموں کو خوش کرکے ان کے ہمراہ جینا ننگ و عار ہے۔

۵۔اسلامی تمدن اور حسینی عقائد

امام حسینؑ نے اپنی جان دے کر اسلامی عقائد کی حقانیت کو ثابت کیا ہے۔ کربلا کی جنگ ہتھیاروں کو نہیں جانتی، یہ جنگعورتوں، بچوں، بوڑھوں، سرحدوں اور زمینوں تک محدود نہیں ہے، یہ جنگ گھر اور باہر، بھوک اور پیاس، فتح و شکست، شیرینی و تلخی، اور فراوانی و تنگدستی کو نہیں جانتی۔ یہ عقائد کی جنگ ہے، یہ ایمان کی لڑائی ہے، یہ طاقت، پیسے، دھونس، جبر، استبداد، غلط بیانی، شرک، کفر اور غلو کی غلیظ دنیا کے خلاف اسلامی و حسینی عقائد کی انقلابی اقدار کی جنگ ہے۔یہ ایسی جنگ ہے جو اسلامی عقائد کے تقدس، وقار اور بقا کی جنگ ہے۔

امام حسینؑ نے اسلامی عقائد کو عملا سچ ثابت کر دکھایا ہے۔آپ نے اپنی شہادت سے یہ ثابت کیا ہے کہ خدا کی طاقت سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں۔آپ نے یہ سچ ثابت کیا ہے کہ جو لوگ قرآن مجید، جنت و جہنم، ختمِ نبوّت، برزخ، اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں، وہ میدانِ جنگ میں حواس باختہ نہیں ہوتے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عین جنگ میں بھی امام عالی مقام اور ان کے ساتھی اپنے اعصاب پر مسلط تھے اور نظم و ضبط کے ساتھ معرکہ آرائی کرتے رہے۔

آپ کے خطبات وفرمودات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انسان کی سعادت وشقاوت ایک اختیاری امر ہے جو چاہتا ہے وہ اپنے ارادے واختیار کے ساتھ سعادت یا شقاوت کا راستہ اختیار کرتا ہے۔آپ کے شوقِ شہادت سے واقعتاً یہ محسوس ہوتا ہے کہ حیات بعداز موت ایک سچائی ہے اور شہادت سب سے بڑی سعادت ہے۔آپ کی شہادت سراسر ایمان کی حقانیت کو ثابت کرتی ہے۔ میدانِ کربلا کے شہیدوں سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد کوئی نسل پرستی نہیں ہے۔جو خدا پر ایمان لایا اور اس کی راہ میں شہید ہوا وہ عربی ہو یا عجمی، رومی ہو یا ایرانی، حبشی ہو یا قریشی اس کے مقام ومرتبے کو کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔جو لوگ اپنا تن من دھن سب کچھ راہِ خدا میں قربان کر دیتے ہیں، خدا اپنی بارگاہ سے ان کے نام، مشن اور قربانیوں کو زندہ رکھنے کا بندوبست کر دیتا ہے۔

امام حسینؑ نے ظلم کے خلاف بغاوت کو دینی عقیدے کے طور پر متعارف کرایا ہے۔آپ نے لوگوں کو ظلم کے خلاف خاموش نہ رہنے کی تعلیم دی اور انہیں سکھایا کہ اگر وہ ظالموں کے ہاتھ کاٹنے کے قابل نہیں ہیں تو کم از کم انہیں کسی نہ کسی طرح رسوا تو کریں۔

۶۔اسلامی تمدن اور حسینی بصیرت

انسان کی سعادت کا دارومدار بصیرت پر ہے۔ بہترین تمدن وہی ہے جس میں انسان سعادت مندانہ زندگی بسر کر سکے۔ایک حقیقی سعادت مندانہ زندگی بصیرت کے بغیر ممکن نہیں۔امام حسینؑ نے اپنی شہادت سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ شخص دانا اور بصیر ہے جو ہر نیکی اور بھلائی میں پہل کرے اور سبقت لے جائے۔ شہدائے کربلا کی بصیرت کا یہ عالم تھا کہ وہ راہِ خدا میں شہید ہونے کیلئے بھی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں تھے۔ وہ بصیرت کی اس معراج پر فائز تھے کہ موت میں سبقت اور جان دینے میں ایثار کیلئے بے قرار تھے۔

اسلامی تمدن امام حسینؑ کی اس فکر پر استوار ہے کہ شہادت کی تمنا کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ساتھیوں کی تعداد اور ہتھیاروں کو جنگی حالات اور زمانے کے عین مطابق ہونا چاہیے۔امام حسینؑ اپنے زمانے میں

دشمنانِ دین کے چہروں سے نقاب اتارنے کیلئے نکلے تھے چنانچہ آپ نے عسکری فوج کے بجائے اپنے عزیزو قارب اور اہلِ خانہ کے ہمراہ قیام کرکے بتایا کہ میرے مدمقابل کتنے وحشی، سفاک اور درندے ہیں۔

آپ کی تحریک سے یہ بصیرت ہمیں مسلسل مل رہی ہے کہ اپنے ہمراہ چلنے والوں اور اپنے اردگرد جمع ہونے والوں کی تعلیمی اسناد، رشتے داریوں، ڈگریوں اور ظاہری رکھ رکھاو کے بجائے اُن کے خلوص پر نظر رکھو۔ امام عالی مقام کی جدوجہد کا ایک واضح پیغام یہ ہے کہ انسان جو عمل بھی انجام دے وہ ایسے سوچ بچار کر انجام دے کے اس کا فائدہ ہمیشہ عالمِ بشریت کو پہنچتا رہے۔

ماضی میں اصلاح معاشرہ کی کئی تحریکیں اور قیادتیں ابھریں لیکن کوئی بھی امام حسینؑ کی تحریک اور قیادت کی مانند دوام حاصل نہ کرسکی۔ ہر سال امام حسینؑ کی تحریک کی طاقت میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ آج اسلامی تمدن میں عزاداری امام حسینؑ ایک باقاعدہ مکتب، درس گاہ یا یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کرچکی ہے۔ سارا سال اس عزاداری کے فیض سے کئی لوگ توبہ، کرتے ہیں، درس قرآن واخلاق و تفسیر، جہاد و شہادت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سلسلہ مسلسل چلتا رہتا ہے۔

۷۔ اسلامی تمدن اور حسینی وقار

تمدن کا حُسن اور زیبائی شائستگی اور وقار میں ہے۔ امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب نے شائستگی اور وقار کو رہتی دنیا تک کیلئے امر کردیا ہے۔ مثال کے طور پر، جب حرؑ معافی کیلئے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام حسینؑ نے حرؑ کے ساتھ انتہائی کریمانہ برتاو کیا۔ آپ نے حُر کو احساسِ شرمندگی تک نہیں ہونے دیا۔ اسی طرح ہم حضرت عباس علیہ السلام کے خطبات میں بھی دیکھتے ہیں کہ انہوں نے ہمیشہ امام حسین علیہ السلام کا ذکر سید و سردار اور مولا جیسے القابات سے کیا ہے۔ نیز حضرت زینب علیہ السلام نے بھی حوادث کربلا میں قیامت خیز متانت، شائستگی اور وقار کا مظاہرہ کیا ہے۔ آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کو اپنے بھائی کے مشن اور اہداف پر قربان کیا، لیکن اُن کے مقتل کی طرف روانگی کے دوران خیمے سے نہیں نکلیں، بلکہ انہوں نے کربلا سے کوفے اور کوفے سے شام تک

کے سارے سفر میں بھی اپنے بچوں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں کہا۔یہ شائستگی اور وقار مندانہ برتاو اسلامی تمدن کو دیگر تہذیبوں اور تمدنوں سے منفرد کرتا ہے۔

۸۔اسلامی مقدسات اور حسینی برتاو

کوئی بھی تمدن اپنے مقدسات کے سہارے زندہ رہتا ہے۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے اس سارے قیام میں اسلامی مقدسات کی حرمت اور کے تحفظ کو خاص اہمیت دی ہے۔مثال کے طور پر وہ مدینے سے اس لئے نکلے تاکہ اہلِ مدینہ اور نبی ﷺ کے روضے کی حرمت قائم رہے۔اسی طرح شہرِ مکہ چونکہ بلدِ امین ہے اور اس میں خانہ کعبہ انتہائی حرمت کا حامل ہے ، لہٰذا جب امام حسینؑ کو پتہ چلا کہ حاجیوں کے بھیس میں یزید کے خفیہ ایجنٹ انہیں خانہ کعبہ میں شہید کرنا چاہتے ہیں تو آپ فورا یہ کہتے ہوئے بیت اللہ سے نکل گئے کہ خدا کی قسم، اگر میں مکے سے باہر مارا گیا تو یہ خانہ کعبہ کے جوار میں مکے کے اندر مارے جانے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

۔اسلامی تمدن اور حسینی ہمت

کسی بھی تمدن کی تعمیر وترقی کیلئے بلند ہمت اور بڑے حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔یہ جرات شیطانوں سے مقابلے کیلئے بھی اور خدا کے سامنے سربلند ہونے کیلئے بھی درکار ہے۔ حضرت امام حسینؑ ایک حوصلہ پرور رہبر ہیں۔آپ نے جہاں شیاطینِ وقت کے مقابلے میں انسانوں کو اٹھنے کی جرات دی وہیں خدا کی طرف پلٹنے والے انسانوں کی حوصلہ افزائی بھی کی ہے۔ تحریک کربلا کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کو کبھی بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ چاہے کوئی بڑے سے بڑا گنہگار ہو، بڑے سے بڑا ظالم ہو، نفس اور شیطان کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہو، جو بھی ہو وہ حضرت حُرؑ کی طرح اپنے آپ کو معاف کرا سکتا ہے۔

اسی طرح امام عالی مقام نے بڑوں چھوٹوں خواتین اور بچوں سب کو ایک مشترکہ ہدف پر متحد کر دیا۔آپ نے ان سب کی ایسے ہمت بلند کی کہ تیس ہزار کے لشکر نے اُن پر ہر ظلم کیا لیکن ان میں اختلاف اور دراڑ نہیں ڈال سکا۔جو ہمت وجرات مقتل میں عباسؑ نے دکھائی تھی اسی کا مظاہرہ درباروں میں حضرت زینبؑ و سجادؑ نے کیا۔

نتیجہ :

جس طرح دینِ اسلام صرف چند عبادات کا مجموعہ نہیں ہے۔اسی طرح حضرت امام حسینؑ کا قیام بھی محض گریے اور ثواب تک محدود نہیں ہے۔ظہورِ اسلام سے پہلے جو جاہلانہ حالت عرب سماج کی تھی ۶۱ ھ میں وہی حالت واپس پلٹ آئی تھی۔لوگ بے حس ہو چکے تھے اور حکمران بندر باز و عیاش و شراب نوش تھے۔عوام النّاس میں خدا کے خوف کے بجائے بادشاہوں کے خوف کا دور دورہ تھا، اسلامی ریاست کے سیاہ و سفید کے مالک حکمران تھے، وہ جسے چاہتے اپنی مرضی کے مطابق اُسے حلال و حرام قرار دیتے۔کتابِ خدا اور سنتِ رسول ﷺ کو زمانہ جاہلیت کی طرح متروک کر دیا گیا تھا۔چنانچہ امام حسینؑ نے اپنی یہ قربانی عقائدِ اسلام، بصیرت، عزت نفس، غیرت، ہمت وجرات، معنویت، خداپرستی اور اسلامی مقدسات کے تحفظ کیلئے دی ہے۔آپ نے اپنے خون سے اسلامی تمدن کو حیاتِ نو بخشی ہے۔پس آپ کی شہادت ہمارے لئے ایک تمدنی ورثے کی حیثیت رکھتی ہے۔ہمیں حسینی اقدار کو اپنا کر اس تمدنی ورثے کو نسل در نسل آگے منتقل کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔

حرفِ آخر

بیاں سرِ شہادت کی اگر تفسیر ہو جائے
مسلمانوں کا قبلہ روضہ شبیرؑ ہو جائے

ڈاونلوڈ کرنے کیلئے کلک کریں